اکابر دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی
کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر گجرات

مدیر اعلیٰ: مولانا جمیل الرحمٰن عباسی۔ بہاولپور
مدیر مسئول: احسن خدامی 0333-8765602
مدیر: حمزہ احسانی 0307-5687800

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

ترتیب

برونائی میں نفاذِ اسلام کی بہار اور عالم کفر
احسن خدامی......2

مولانا حکیم محمد اختر......اور......تبلیغی جماعت
مولانا سید زین العابدین......4

سوئے حجاز (سفرنامہ عمرے کا)......
مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی......8

علامہ ابن تیمیہ کے مقلدین......
مولانا مفتی رب نواز......17

استاذ جی مولانا حافظ عبدالکریم صاحبؒ......
احسن خدامی......19

مجالس حضرت نعمانی مدظلہم......
حمزہ احسانی......27

مشاہدات بجواب شواہدات......
احسن خدامی......41

زبیر علی زئی کا تعاقب......
مولانا مفتی رب نواز......49

برائے ترسیلِ زر، اجراءِ رسالہ وخط وکتابت
مولانا احسن خدامی صاحب، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82
محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

احسن خدامی

برونائی میں نفاذ اسلام کی بہار اور عالمِ کفر کی بے چینی

برونائی کے بادشاہ نے چند ماہ قبل اپنے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کر دیا تھا، جس کے تحت درجہ بدرجہ ایک تدریجی منصوبے کے تحت دو سال میں برونائی میں تمام حدود وقصاص کے احکامات کو نافذ کر دیا جائے گا اور تمام فیصلے علمائے کرام کی شرعی عدالتیں شرعی قوانین کے مطابق کریں گی۔ برونائی ایک چھوٹا سا مگر ہر طرح کے وسائل سے مالا مال اسلامی ملک ہے اور اس کے بادشاہ سلطان حسن البلقیہ دنیا کے امیر ترین افراد کی فہرست میں شمار ہوتے ہیں۔ اللہ جل شانہ نے انہیں بیسیوں مسلمان حکمرانوں میں سے یہ توفیق دی کہ وہ اپنے ملک میں اللہ جل شانہ کا نظام نافذ کر کے اپنے ملک کو حقیقی اسلامی مملکت بنانے کیلئے قدم اٹھائیں، یقیناً وہ اس عظیم کارنامے پر پورے عالمِ اسلام کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

دوسری طرف حسبِ توقع ہمیشہ آزادی آزادی کا بے ہنگم گیت موقع بے موقع گانے والے کفار کو سلطان کا یہ فیصلہ ایک آنکھ نہیں بھایا اور انہوں نے ابھی سے ان پر شدید قسم کا دباؤ ڈالنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ لہٰذا متعصب کفار کی طرف سے نہ صرف سلطان کی ملکیتی کمپنیوں کا بائیکاٹ کرنے کا اعلان کیا گیا ہے بلکہ سلطان کے ملکیتی ہوٹل میں منعقد ہونے والی وہ تقریبات بھی منسوخ کر دی گئی ہیں جو عنقریب ہونے والی تھیں اور جن کے دعوت نامے تک جاری ہو چکے تھے۔ روشن خیالوں کی انتہا پسندی کا یہ مظاہرہ نیا نہیں بلکہ جہاں بھی اسلام کے نفاذ کی کوئی صورت بنتی نظر آتی ہے، ظلم وجبر کے یہ سوداگر کسی بھی حد تک جانے کے لیے تیار ہو سکتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ جل شانہ سلطان حسن البلقیہ کو اپنے اس فیصلے میں استقامت نصیب فرمائیں، ان کو عالم کفر کے شر وفتنہ سے محفوظ فرمائیں، پورے عالم اسلام کو ان کے اس نیک فیصلے پر ان کی پشت پناہی کی اور مسلمان حکمرانوں کو ان کی تقلید کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

آزادیٔ اظہار کی حدود:

ایک میڈیا گروپ کی طرف سے سیکیورٹی اداروں پر الزام تراشی کے بعد جس طرح پورے ملک میں اس میڈیا ادارے کے خلاف ردِعمل ظاہر کیا گیا ہے اور خود میڈیا کے بڑے بڑے اداروں نے اس پر لعن طعن کی ہے اس سے کم از کم اتنا تو اجتماعی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ آزادیٔ اظہار اپنی جگہ، لیکن اس کی بھی کوئی حدود ہوتی ہیں۔ اس سے پہلے یہی میڈیا کے محترم دانشوران اسلامی احکامات اور قوانین کے خلاف زہر اُگلتے

رہتے تھے، کوئی مولوی اس پر احتجاج کرتا تو کہا جاتا کہ بھائی آزادیٔ اظہار ہے، اس پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ ہر شخص کو اپنا مؤقف پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن آج ملک وقوم کو یہ معلوم ہوا کہ بعض لوگ تنقید و الزام سے ماوراء بھی ہوتے ہیں جن پر انگلی اٹھانا غداری کہلاتا ہے اور ان پر کوئی الزام لگانا ناقابل معافی جرم...... لیکن وہ لوگ کون ہوتے ہیں؟ اس میں ذرا سا ابہام بلکہ اختلاف ابھی باقی ہے۔ دانشوران قوم اور لیڈرانِ ملت کے نزدیک یہ مرتبہ سرکاری اہلکاروں اور ملک وملت کا دفاع کرنے والے اداروں کا ہے، جبکہ ہم جیسے بیک ورڈ مولویوں کا اصرار ہے کہ اگر تنقید و تشنیع کی اس گرم بازاری سے کسی کو چھٹکارا دیا جاسکتا ہے تو پھر سب سے پہلے اسلامی قوانین، کتاب وسنت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شخصیات پر تنقید پر پابندی ہونی چاہئے اور ایسا کرنے والے کو اس کے جرم کی بدترین سزا دینی چاہئے۔ اور جب اس ملک میں اسلامی قوانین پر تنقید کی کھلی چھٹی ہے، صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ شخصیات کو علی الاعلان نشانہ بنایا جاتا ہے، شرعی احکامات کے خلاف نت نئے دانشور بھانت بھانت کی بولیاں بولتے رہتے ہیں اور انہیں کوئی پاک وطن کی نظریاتی بنیادوں کا غدار نہیں کہتا تو پھر کسی شخص یا ادارے پر کسی بھی الزام تراشی کرنے والے کو غدار کس منہ سے کہا جاتا ہے؟

☆......☆......☆......☆

بقیہ......علامہ ابن تیمیہ کے مقلدین

وحیدالزمان صاحب کی ایک اور عبارت پڑھیئے: لکھتے ہیں:

''اس وقت میں جو ایک جماعت اہلحدیث کہلاتی ہے وہ باوجود دعوٰی اتباع سنت کبھی کبھی اپنے علماء جیسے ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ اور شوکانی اور مولانا اسماعیل شہید ہیں ایسے مقلد بن جاتے ہیں کہ ان کی رائے کے خلاف دلیل بیان کرنے والے کی دلیل نہیں سنتے'' (تیسیر الباری جلد ٦ صفحہ ٤٩٩ نعمانی کتب خانہ)

وحیدالزمان صاحب آل غیر مقلدیت کی تصریحات کے مطابق ''اہل حدیث'' تھے، دلائل کے لیے ہماری کتاب ''زبیر علی زئی کا تعاقب'' حاشیہ ۹۸ ملاحظہ فرمائیں۔

داؤد ارشد صاحب بھی وحیدالزمان کو اہلحدیث مانتے ہیں۔ (تحفہ حنفیہ صفحہ ۳۰۴، دین الحق جلد ١ صفحہ ٦٨٠)

نیز داؤد صاحب نے انہیں اپنے ''اسلاف'' میں شمار کیا ہے۔ (حدیث اور اہل تقلید جلد ١ صفحہ ١٦٢)

اہلحدیث کو اگر کوئی دیوبندی علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مقلد کہے تو داؤد صاحب فوراً اسے ''جھوٹ'' کہہ دیتے ہیں مگر ان کے اپنے ہی اہل حدیثوں کو علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مقلد قرار دیتے ہیں تو انہیں جھوٹا کیوں نہیں کہا جاتا؟ ☆......☆......☆......☆

مولانا سید محمد زین العابدین

حضرت حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ......اور......تبلیغی جماعت

بعض لوگوں سے یہ اعتراض سننے میں آتا تھا کہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ تبلیغی جماعت کے مروجہ طریقے کے حق میں نہیں ہیں، بندہ کو یہ بات بہت عجیب لگتی تھی، لیکن جب خود تبلیغ پر حضرت رحمہ اللہ کا ایک مطبوعہ وعظ پڑھا، تو ساری حقیقت سامنے آ گئی، کہ حضرتؒ اس طریقے کے خلاف تو کجا! نامناسب کہنے کو بھی بہت برا سمجھتے تھے، بلکہ حضرت رحمہ اللہ تو ان مشائخ اہلِ بصیرت میں سے تھے جنہوں نے اس کام کی وعظ و تقریر کے ذریعے تائید فرمائی تھی۔ چنانچہ تبلیغ سے متعلق وعظ میں حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

''تبلیغ کا کام مبارک ہے، پسندیدہ ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ ہمارے ہی بزرگ ہیں۔ ہماری مسجد اشرف میں الحمد للہ خوب تبلیغی کام ہوتا ہے، ہر ہفتہ گشت بھی ہوتا ہے۔ ابھی ہمارے یہاں تبلیغی جماعت آئی تھی، فجر کے بعد اُن کی خاطر سے میں نے بیان کیا تھا۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نے تبلیغی جماعت کے ایک اجتماع میں بیان فرمایا، جہاں ساڑھے تین چار لاکھ کا مجمع تھا چونکہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی حضرت کے ساتھ پڑھے ہوئے ہیں، اس لیے حضرت کو فوراً موقع دیا گیا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے یہ جماعت قائم کی تھی کہ جو بیچارے دین سے دور ہیں انہیں دین سے مانوس کرا کے اُن کا رشتہ علماء و مشائخ سے جوڑا جائے تاکہ وہ پورا دین حاصل کر لیں۔ کراچی میں میری مسجد سے جماعتیں جاتی ہیں، ہردوئی میں حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کی مسجد میں جماعتیں آتی ہیں، خود حضرت بارہا تبلیغی جماعت پاکستان کے مرکز رائے ونڈ بھی گئے اور عالمی مرکز نظام الدین جاتے رہتے ہیں، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی اور حضرت دونوں ساتھ کے پڑھے ہوئے ہیں۔ بہت ہی نادان اور فتنہ پرور ہے وہ شخص جو مجھے تبلیغ کا مخالف سمجھتا ہے بلکہ ہم تو عوام کو اس میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کا عظیم الشان فائدہ:

جس جماعت سے اتنا بڑا عالمی فائدہ ہو رہا ہو اور سرورِ عالم ﷺ کی امت چمک رہی ہو، اس جماعت کی مخالفت کرنے والے سے اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائیں بلکہ ایسے شخص کا خاتمہ خطرہ میں پڑ جانے کا خطرہ ہے، کیونکہ اس جماعت کے ساتھ حضور ﷺ کی بہت سی بشارتیں ہیں۔ میں تبلیغی جماعت کے تمام احباب کو کہتا ہوں کہ میں اس جماعت کو بہت مبارک سمجھتا ہوں لیکن اگر نماز

میں سجدۂ سہو کا مسئلہ بتاؤں کہ نماز میں دو سجدے واجب ہوگئے ہیں وہ ادا کرو ورنہ نماز دُہرانی پڑے گی، تو کیا میں نماز کا منکر ہوں؟ اسی طرح میں تبلیغ کا بھی منکر نہیں ہوں، البتہ مسائل بیان کرتا ہوں کہ یہ غلطیاں ہورہی ہیں لوگ اس بارے میں احتیاط کریں۔ اگر کسی تبلیغی جماعت والے سے کوئی بے اصولی ہوجائے تو پوری تبلیغی جماعت کو متہم کرنا اور تبلیغ کی مخالفت کرنا کہاں جائز ہے؟۔

تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے:

میں سمجھتا ہوں کہ دینی اعتبار سے اجتماعی کام کرنے والی جماعتوں میں اس وقت سارے عالم میں تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے۔ تبلیغ کے اصول بتانا تو واجب ہے لیکن جس بات سے تبلیغ کی حقارت، تبلیغی جماعت کی توہین یا اُن کا مذاق اُڑانا لازم آئے اس کو میں حرام سمجھتا ہوں۔ اگر اُن سے کچھ کوتاہی ہوجائے تو مرکز کو یا علمائے دین کو اطلاع کردو تاکہ اُس کی اصلاح ہوجائے لیکن اس طرح کا رویہ اختیار نہ کرو جس سے معلوم ہو کہ یہ غیر ہیں۔ یہ ہمارے ہیں۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کون تھے؟ ہمارے ہی بزرگوں میں تھے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے، تیس برس خانقاہ میں اُن کی خدمت میں رہے، اللہ تعالیٰ نے اُن سے اتنا بڑا کام لیا کہ آج تبلیغی جماعت سے سارے عالم میں دین پھیل رہا ہے۔

بعض پڑھے لکھے لوگوں کا دل چاہتا ہے کہ ہم جماعتی حیثیت سے کام کریں، ان کو میں تبلیغ میں بھیج دیتا ہوں، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو ہمارے لیے بہت بڑے فرضِ کفایہ کا ذریعہ بنادیا، کیونکہ بعضوں کا مزاج اتنا تیز ہے کہ وہ خانقاہوں میں آنے کے لیے تیار نہیں، کالجوں میں، فیکٹریوں میں، دکانوں پر سانپ کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں یعنی مال پر فدا ہیں یہ جماعت ان کو لے کر نکل جاتی ہے اس کی برکت سے بڑے بڑے افسران اور انگریزی داں نماز، روزہ ادا کرنے لگے اور سنت پر چلنے لگے۔ تو کسی کی ایسی تقریر کا یہ مطلب نہیں کہ ہم تبلیغی جماعت کی مخالفت کرتے ہیں، میں تو حدود بیان کررہا ہوں کہ ہم ان کی خدمت کے قائل ہیں، ان کی عزت کرتے ہیں۔

مبارک اور بے مثال جماعت:

میں تو یہ کہتا ہوں کہ تبلیغی جماعت بہت ہی مبارک جماعت ہے دنیا میں اس جماعت کی مثال نہیں ہے یہ سارے عالم میں کس قدر محنتیں کررہے ہیں اللہ اُن کی محنت کو قبول فرمائے۔ میرے احباب میں جو لوگ اس کام میں لگے ہوئے ہیں میں خود انہیں تبلیغ میں جانے کی اجازت دیتا ہوں جو لوگ تبلیغ میں لگے ہیں ان میں بہت سے میرے خلیفہ بھی ہیں، میں نے بخل نہیں کیا کہ تبلیغ والوں کو خلافت کیوں دوں؟ وہ جب چلہ لگانے جاتے ہیں تو پوچھ کر جاتے ہیں پھر آکر مجھ سے ملتے ہیں۔ تبلیغی جماعت سب سے اچھی جماعت ہے اور اس سے امت کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اسکول، کالج، یونیورسٹی کے

لڑکے نیک بن رہے ہیں۔اصلاح امت کے لیے یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔

(ماخوذ علم اور علماء کرام کی عظمت سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۴۷/ص:۳۳، ۴۶، ۶۷، ۴۳، ۸۴)''۔

دوسری جگہ تبلیغی احباب کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میری عمر پچھتر (۷۵) سال سے زیادہ ہوگئی ہے جو بات کہہ رہا ہوں خوب غور سے سن لو! جماعت میں اللہ کے لیے نکلو اور اللہ ہی کے لیے اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھو، اپنے کو کچھ سمجھنا اور ناز کرنا کہ میں نے اتنے چلے لگائے یہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔جو بندہ اپنے کو کچھ نہیں سمجھتا وہ اللہ کی نظر میں اچھا ہوتا ہے اور جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، اللہ کے نزدیک ذلیل ہو جاتا ہے۔(سفرنامہ لاہور ص:۴۷)

اپنے خلفاء کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تبلیغی جماعت پر تنقید و تنقیص نہ کی جائے اور جو حضرات تبلیغی کام سے منسلک ہیں ان کو بھی دین کا خادم سمجھ کر اُن کا اکرام کیا جائے''۔

حضرت رحمہ اللہ کی تعلیمات ہمیں یہ سبق دیتی ہیں کہ دینی شعبے آپس میں رفیق ہیں فریق نہیں ہیں اب اگر ایک شخص کسی دینی شعبہ سے وابستہ ہو کر کوئی غلط کام کرتا ہے، یا اکابرین کی ہدایات سے ہٹ کر کوئی عمل کرتا ہے تو وہ اس کا ذاتی فعل ہے، اس کی وجہ سے اس پورے شعبے کی افادیت سے انکار کرنا، دیانت داری نہیں ہے۔جیسا کہ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تبلیغی مجمع میں کوئی خرابی دیکھی جائے تو اُن کے بڑوں کو بتایا جائے، اُس سے ہٹ کر کچھ نہ کیا جائے، اصل اخلاص یہ ہے جو حضرت رحمہ اللہ کے وعظ سے جھلک رہا ہے۔اللہ جل شانہٗ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلائے۔اور پھر حضرتؒ کے بعد اُن کے جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کا بھی یہی معمول ہے کہ حضرت مدظلہٗ تبلیغی کام سے محبت فرماتے ہیں، اس کا اندازہ ہمیں اس دفعہ کراچی کے تبلیغی اجتماع کے بعد ہوا کہ جب مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے نائب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم حضرت والاؒ کی تعزیت کے لیے خانقاہ تشریف لائے، تو حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے آپ کا شاندار استقبال فرمایا، مولانا مدظلہٗ سے بیان کروایا، ان کو حضرت رحمہ اللہ کی کتاب ہدیہ میں دی اور جب حضرت مولانا احسان صاحب نے فرمایا کہ تبلیغی جماعت پاکستان کے مرکزی امیر حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم خانقاہ کے لیے فکرمند رہتے ہیں، تو حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم نے حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب کے ذریعے حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں نہایت عاجزانہ درخواست کی کہ ''حضرت سے میرا بھی سلام عرض کر دیجئے گا، اور میرے لیے دعا کی درخواست کیجئے گا کہ اللہ پاک مجھے اخلاص کے ساتھ اپنے والدِ ماجد کا مشن پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے''۔

دوسری طرف حضرت رحمہ اللہ کے خلیفہ اور جامعہ اشرف المدارس کے ناظمِ تعلیمات مولانا مفتی محمد ارشاد اعظم صاحب، حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کے سفرِ جنوبی افریقہ کی روئیداد میں لکھتے ہیں:

''حضرت (مولانا حکیم محمد مظہر صاحب) نے اس سفر میں اس بات کا بھی بطورِ خاص اہتمام فرمایا کہ تبلیغی حضرات اور اہلِ خانقاہ کے درمیان بعض غلط فہمیوں کی بنیاد پر جو دوریاں قائم ہوگئی ہیں، وہ ختم ہوں، اس حوالے سے وہاں ہونے والے ایک تبلیغی اجتماع میں حضرت نے شرکت بھی فرمائی اور وہاں کے تبلیغی مرکز کے حضرات بھی حضرت سے ملاقات کے لیے تشریف لائے''۔ (ماہنامہ الابرار جون ۲۰۱۳ء، خانقاہ اور جامعہ کے شب و روز، ص:۹۱)

ماہنامہ الابرار اپریل ۲۰۱۳ء کے خانقاہ اور جامعہ کے شب و روز میں لکھتے ہیں:

''ایک چینی عالمِ دین کا طلباء سے خطاب

''گزشتہ دنوں ایک تبلیغی جماعت جامعہ کی مسجد میں آکر ٹھہری تھی، اس میں سات ساتھی چین کے تھے جن میں چین کے ممتاز عالمِ دین حضرت اقدس مولانا ابراہیم صاحب مدظلہم کے صاحبزادے حضرت مولانا مالک صاحب مدظلہم بھی تھے۔ ۳ر ربیع الثانی بروزِ جمعرات جامعہ کی مسجد میں طلباء سے مولانا موصوف نے چینی زبان میں خطاب فرمایا، ترجمانی کے فرائض جماعت میں موجود ایک پاکستانی عالمِ دین انجام دے رہے تھے۔ خطاب سے قبل جامعہ کے نائب ناظمِ تعلیمات مولانا مفتی حسین احمد صاحب مدظلہم نے مولانا کا تعارف کرایا......''۔ (ماہنامہ الابرار اپریل ۲۰۱۳ء، ص:۹۱)

یہ ہے حضرت رحمہ اللہ کے فرزند و جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی تبلیغ اور تبلیغ کے بزرگوں سے محبت اور اُن حضرات کی حضرت والا رحمہ اللہ اور ان کے مشن سے محبت کہ اتنی مصروفیت اور ضعف و عوارض کے باوجود حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم سے ملنے کے لیے خانقاہ تشریف لائے، (حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم کئی بیماریوں کا شکار ہیں، فالج، ہارٹ کا مسئلہ، شوگر، رعشہ، بے انتہا کمزوری، عمر کا تقاضہ۔ اللہ ان کو شفا عطا فرمائے۔) پھر اسی طرح حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کا جنوبی افریقہ کے تبلیغی احباب سے ملنا، وہاں کے اجتماع میں شرکت کرنا، اپنے اِدارہ کی مسجد میں تبلیغی جماعت سے وابستہ ایک عالمِ دین کا طلباء میں بیان کروانا یقیناً یہ تبلیغی کام سے محبت کی علامت ہے، میں نہیں سمجھتا کہ ان تحریروں کے بعد بھی کوئی شخص جس کو اللہ نے عقلِ سلیم دی ہو حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ یا اُن کے فرزند و جانشین حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم یا اُن کے ادارہ اور خانقاہ سے متعلق اس طرح کی کوئی بھی بات منسوب کرے گا۔ (سہ ماہی فغانِ اختر، اشاعت خاص)

شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی

سوئے حجاز

(......قسط ۵......)

مدینہ سے واپسی:

واپسی سے دو دن پہلے ہم نے "اللؤلؤة المختارة" ہوٹل والوں کے پاس اپنے نام لکھوا دیئے کہ ہم پرسوں مکہ مکرمہ جانا چاہتے ہیں، تیسرے دن ظہر کے بعد ہم اپنا سامان وہاں لے گئے اور عصر کے قریب ہماری منی بس مکہ کی طرف روانہ ہوئی، بیرِ علی پہ پہنچ کر احرام باندھنے کے لیے رُکے، سب سواریاں اتر کر ''دوراۃ المیاہ'' یعنی حماموں کی طرف دوڑیں۔ ہم احرام کی نیت سے غسل مدینہ سے کر کے آئے تھے۔ دیگر لوگوں نے غسل بھی کیے کچھ لوگوں نے صرف استنجا اور وضو پہ اکتفا کیا، مسجد میں جا کر دو دو نفل پڑھے، احرام باندھا اور لبیک پکارتے ہوئے واپس گاڑی میں آ بیٹھے، اس عمل میں ڈیڑھ دو گھنٹے لگ گئے، کیونکہ حمام اگرچہ بے شمار بنے ہوئے ہیں، لیکن معتمرین کی کثرت کے سامنے وہ بھی تنگ دامانی کا شکوہ کر رہے تھے، کسی کو پندرہ منٹ کسی کو آدھ گھنٹہ اپنی باری کا انتظار کرنا پڑا۔

وہاں سے روانہ ہوئے تو عصر کا وقت تنگ ہوا جا رہا تھا، سورج سجدہ ریزی کے لیے زمین کی طرف جھک رہا تھا، ایک پڑول پمپ پر گاڑی روک کر جلدی جلدی نماز پڑھی اور پھر روانہ ہوئے، آدھ گھنٹے بعد پھر مغرب تنگ ہونے لگی تو اتر کر مغرب ادا کی اور پھر بے فکر ہو کر چلتے رہے، عشاء کے لیے ایک پڑول پمپ پہ انہوں نے خود ہی گاڑی روک دی، سب لوگ اتر گئے، کوئی لوگ کھانا کھانے لگے، کچھ چائے نوشی میں مشغول ہو گئے، کچھ گاڑی کے اندر ہی بیٹھے رہے، میں نے خواتین سمیت نماز کے لیے دوڑ دھوپ شروع کر دی۔ محمد عابد کو سخت بخار نے آلیا تھا، وہ پچھلی سیٹ پہ بے سدھ ہو کر لیٹا رہا، عورتوں نے تو نماز پڑھ لی کیونکہ ان کے حمام میں پانی وافر تھا، انہوں نے وہاں بآسانی وضو کر لیا، مگر حمام الرجال میں تھوڑا تھوڑا پانی آ رہا تھا، استنجا کرتے کرتے وہ بھی ختم ہو گیا، اب وضو کرنے کی کوئی صورت نہ تھی، ناچار نماز کو حرم کے لیے ملتوی کیا اور چائے کا چسکا پورا کرنے کے لیے چائے خانے میں داخل ہوا۔

میں نے سوچا کہ چائے پی کر خود بھی تازہ دم ہو جاؤں اور عابد کو بھی چائے کے ساتھ گولی وولی کھلا دوں، چائے خانے میں بہت رش تھا، ایک ہی دکان تھی اور کئی بسوں کی سواریاں حصول چائے کے لیے زور آزمائی کر رہی تھیں، میں نے بڑی مشکل سے کاؤنٹر تک رسائی حاصل کی اور چار ریال نکال کر ہاتھ میں پکڑ لئے، جب

دوکاندار میری طرف متوجہ ہوا تو میں نے ریال اسے تھمائے اور کہا اربع شاي !اس نے کہا: ثمانية ريال یعنی آٹھ ریال دو! میں نے کہا ریال واحد میں چائے کا گلاس ملتا ہے، اس نے کہا: هنا بريالين یعنی یہاں تو دو ریال میں ملے گی، ناچار آٹھ ریال اسے دے دیئے، اس نے چار گلاس بنا کر میرے حوالے کر دیئے، اب میں نے سوچا اتنے گرم چار گلاس میں کیسے لے جاؤں؟ اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی گتہ مل جائے تو اس پہ چاروں گلاس رکھ لوں، قریب ہی مجھے ایک چھوٹی سی ٹرے نظر آئی، میں نے اسے غنیمت سمجھا اور جھاڑ پھونک کر کے تین گلاس اس میں رکھ کر بائیں ہاتھ میں لے لئے اور ایک گلاس دائیں ہاتھ میں پکڑ کر گاڑی کی طرف چل پڑا، بہت ہی احتیاط سے چل رہا تھا، جب گاڑی کے دروازے پر پہنچا تو پہلا قدمچہ ہی کافی اونچا تھا، میں نے اوپر کو اُبھر کر اس پہ پیر رکھنا چاہا تو ٹرے کا توازن بگڑ گیا اور تینوں گلاس ٹرے میں اوندھے ہوگئے، میں نے دائیں ہاتھ سے ان کو سنبھالنا چاہا تو دائیں والا گلاس بھی الٹ گیا، یوں سب کچھ الٹ گیا اور میرے ہاتھ حسرت کے سوا کچھ نہ رہا۔

سواریوں نے دیکھا تو بے اختیار ہنس پڑیں کہ: بابے کی چائے گر گئی، بابے کی چائے گر گئی، ان کا تو مذاق بن گیا اور مجھے افسوس ہو رہا تھا کہ ہجوم میں دھکے بھی کھائے، باری کا انتظار بھی کیا، آٹھ ریال بھی خرچ کیے اور ہاتھ کچھ بھی نہ آیا۔ اور عابد بے چارے کی چائے بھی مفت میں ماری گئی ؏

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند   دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

ناچار چائے کی حسرت دل میں لیے ہوئے سوئے مکہ روانہ ہوگئے، شہر میں رش چونکہ بہت زیادہ تھا اس لئے داخلے کے بعد بھی دو ڈھائی گھنٹوں میں منزلِ مقصود یعنی ''فندق اشراق'' میں پہنچے اور سامان وہاں رکھ کر ادائیگی عمرہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے، عمرہ شروع کیا تو الحمدللہ نماز سے پہلے اس سے فارغ ہوگئے اور نماز کے بعد حلق کرا لیا۔ تقبل الله منی

بعض عربوں کی تھذیب:

عرب لوگ تقریباً سب نمازی ہوتے ہیں، نماز کے لیے جب وہ حرم میں آتے ہیں تو ہر ایک کے کندھے پر جائے نماز ہوتا ہے، اکثر کے پاس ایک فولڈنگ کرسی ہوتی ہے جس پر وہ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، جگہ ہو نہ ہو وہ کہیں نہ کہیں اسے اڑا دیتے ہیں، اب قرآن پڑھنے والوں کے قرآن نیچے ہوتے ہیں اور وہ اوپر۔ نمازیوں کی صف مرتب صورت میں ہی ہوتی ہے، وہ اگر دو آدمیوں کے درمیان معمولی سا خلا بھی دیکھ لیں جس میں سے بکری کا میمنا بھی نہیں گزر سکتا تو ہاتھ لمبا کر کے شویا کہتے ہیں اور ذرا کندھا پیچھے کر کے دونوں کے بیچ میں گھس جاتے ہیں، جب درمیان میں کھڑے ہو جاتے ہیں تو کندھے سے جائے نماز اتار کر وہاں بچھا لیتے ہیں، اب پہلے سے بیٹھے ہوئے دونوں آدمی اجنبی بن جاتے ہیں اور وہ صاحب خانہ۔ اس حرکت پہ ان کو ذرا بھی افسوس نہیں ہوتا کہ میں نے ان کو تکلیف دی ہے ان کو ان کی جگہ سے پرے دھکیلا ہے،

بالکل پرواہ نہیں کرتے خواہ پہلے بیٹھنے والوں پہ کچھ بھی گزر جائے۔

ایک دن میں اور ایک دوسرا ساتھی چہار زانو یعنی چوکڑی مارے بیٹھے تھے، ہمارے گھٹنے ایک دوسرے کے گھٹنے سے ملے ہوئے تھے، ایک عرب صاحب آئے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کے ایک کے گھٹنے کو ادھر کر دیا اور دوسرے کے گھٹنے کو ادھر کر دیا اور بیچ میں کھڑے ہو کر جا نماز بچھایا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ اس سلسلے میں وہ اتنی جلدی کرتے ہیں نماز کا ٹائم ہو یا نہ ہو وہ فی الفور نیت باندھ کر اس دنیا سے اپنا رشتہ منقطع اور دوسرے عالم سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں تا کہ کسی کو کہنے سننے کی گنجائش ہی نہ رہے، وہ بے چارا خاموش دیکھتا رہ جاتا ہے۔

نماز کی گت:

عام عربوں کی نماز خشوع خضوع سے بالکل خالی ہوتی ہے، وہ قسما قسم کی حرکتیں نماز کے اندر کرتے رہتے ہیں، مگر ان کی نماز کبھی خراب نہیں ہوتی، میرے برابر میں ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے اپنی عینک گلے میں لٹکا رکھی تھی، پھر انہیں خیال آیا کہ یہ لگا کر دیکھنی چاہیے، انہوں نے گلے سے عینک نکالی اور آنکھوں پہ جمالی، شاید ان کو مزا نہیں آیا تو انہوں نے آنکھوں سے اتار کر تہہ کی اور گلے میں لٹکالی۔ عام طور پر عربوں نے ٹنڈ کرائی ہوتی ہے، ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور نماز ہی میں ٹنڈ پہ ہاتھ پھیرتے رہتے ہیں، نماز پڑھ رہے ہیں اگر اگلی صف میں جگہ خالی ہوگئی تو بے تکلف قدم بڑھا کر اگلی صف میں چلے جاتے ہیں پھر اگر اس سے اگلی صف میں جگہ خالی ہو جائے تو وہاں تک جانے میں بھی مضائقہ نہیں سمجھتے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے بتلایا کہ ایک عرب صاحب نماز پڑھ رہے تھے ان کے موبائل فون گھنٹی بج اٹھی انہوں نے جیب سے اسے نکالا آن کیا اور منہ سے لگا کر کہنے لگے الصلوٰۃ الصلوٰۃ پھر بند کر کے جیب میں رکھ لیا۔ تراویح کی نماز میں قرآن پاک ہاتھ میں لے کر صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں، امام پڑھتا جاتا ہے اور یہ اس کو قرآن پاک میں دیکھتے جاتے ہیں شاید ساتھ پڑھتے بھی جاتے ہوں، امام رکوع میں جاتا ہے تو قرآن کو زمین پہ رکھ کر رکوع کر لیتے ہیں، سجدے سے اٹھ کر اسے پھر اٹھا لیتے ہیں اور پھر امام کی قراءت کی تصحیح شروع کر دیتے ہیں۔

نماز میں کسی نے ہاتھ باندھے ہوتے ہیں کسی نے کھلے چھوڑے ہوتے ہیں، کسی نے گلے کے نیچے باندھے ہوتے ہیں کسی نے سینے پر، کسی نے ناف کے اوپر اور کسی ''حنفی'' نے ناف کے نیچے۔ عموماً التحیات میں بیٹھتے ہیں تو سنت کے مطابق بائیں پاؤں کو بچھا کر دائیں کو کھڑا کر کے نہیں بیٹھتے بلکہ دائیں کا پنجہ بائیں کے پنجے کے اوپر چڑھا کر بیٹھتے ہیں یا دونوں پاؤں کھڑے کر کے ایڑیوں پر بیٹھتے ہیں، ہم بیت اللہ کے رکن عراقی کے بالمقابل باب فتح سے آنے والے راستے کے بائیں طرف ذرا ہٹ کر کھڑے تھے، راستے اور ہمارے درمیان پانچ چھ آدمی اور تھے، میرے ساتھ ایک عرب کھڑا تھا، شرطوں نے آ کر رستہ

کھلا کرنے کے لیے رستے سے متصل لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا، اس کو بھی خطرہ محسوس ہوا کہ اب شرطے مجھے یہاں سے بھگائیں گے تو اس نے خود بھاگنے کی بجائے ہمارے اوپر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا، ہمیں دھکیلتے دھکیلتے ہمارے جائے نمازوں سے ہمیں اتار دیا اور خود ان پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتا رہا اور ہمارے اوپر دباؤ بھی برقرار رکھا اور ہمیں مزید دھکیلتا رہا، ہم نے جوں توں کر کے نماز پوری کی، سلام پھیرنے کے بعد میں نے اسے اردو ہی میں سخت کہا، اس کے رویئے پہ احتجاج کیا، وہ سمجھا یا نہ سمجھا، البتہ جاتے ہوئے مجھے ٹشو پیپر کی ایک شیٹ دے گیا کہ اس سے ناک صاف کر لو اپنی چادر خراب نہ کرو! میں نے کہا ؎

جو صدمہ ہم کو پہنچایا بھلا وہ دُور ہوتا ہے
عبث تو اپنا پیپر بھی ہمیں کیوں دے کے کھوتا ہے

نماز کا خشوع:

سچی بات یہ ہے کہ جیسی پر سکون اور خشوع وخضوع والی نماز ہم نے اپنے بزرگوں یعنی اکابر دیوبند کی دیکھی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو اس دنیا سے گزر جاتے ہیں، ان کا رابطہ دوسرے عالم سے قائم ہو جاتا ہے، یہاں کچھ بھی ہو جائے ان کو پتہ نہیں چلتا، گویا ان کی نظریں تجلیات محبوب پہ ایسی لگتی ہیں کہ پھر اس دنیا کا کوئی تقاضا ان کی توجہ ہٹا نہیں سکتا تھا۔ میں ایک دو واقعے پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں: ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نماز فجر کی امامت کراتے تھے تو ایسے سوز وساز اور دردمندی سے قراءت کرتے تھے کہ خود بھی رو پڑتے اور مقتدیوں کو بھی رلا دیتے تھے، پچھلی صفوں تک ان کی آہ وزاری سنی جا سکتی تھی، جس سے ہر مقتدی متاثر ہوتا تھا۔ جو آیات وہ نماز میں پڑھتے لہجے اور سوز سے جاہل مقتدی بھی اس کو کسی حد تک سمجھ جاتے تھے۔ اور ایسے جم کے کھڑے ہوتے تھے جیسے ان کے قدم زمین میں گاڑ دیئے گئے ہوں، بہت سے لوگ ان کے اسی وصف خشوع کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھنے آتے تھے۔ ان کے تقوی وطہارت کے اثرات مسجد ومدرسہ کی عمارت پر بھی نمایاں تھے۔ اہل دل نو واردین جب مسجد میں داخل ہوتے یا مدرسے میں تشریف لاتے تو اپنے آپ کو ایک نورانی اور پر سکینت ماحول میں پاتے، میرے سامنے کئی لوگوں نے اعتراف کیا کہ مدرسہ نیوٹاؤن کا ماحول بہت ہی نورانی ہے۔ گویا مولانا مرحوم کی روحانیت اور بھی کام کر رہی ہے۔

ہمارے ہی بزرگوں میں سے ایک بزرگ پیر جی عبد اللطیف تھے، چیچہ وطنی میں ان کی رہائش تھی، تجوید القرآن مدرسہ بھی چلا رہے تھے، وہ امیِ محض تھے، لیکن نماز ایسی پڑھتے تھے کہ دیکھنے والوں کو سرور آ جاتا تھا۔ یہ حضرت رائے پوری کے خلیفہ اور مولانا عبد العزیز رائے پور گوجراں کے چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ ''گھوڑا گلی'' نزد مری میں تشریف فرما تھے، آپ کے سب احباب ومریدین بھی وہاں

حاضر تھے، برف باری کی وجہ سے پائپوں میں پانی جم گیا اور سپلائی بند ہو گئی، ہم سب ساتھی پائپوں کو کھولنے اور سپلائی جاری کرنے کیلئے بروری چشمہ کے پاس گئے، نوجوان لوگ تو پائپوں کی اصلاح میں لگ گئے اور پیر جیؒ وہیں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، پہاڑی کے اوپر نقل وحرکت کی وجہ سے ایک بڑی چٹان لڑھک کر نیچے کو آتی دکھائی دی، لوگ گھبرا کر ادھر ادھر بھاگنے لگے، ہٹو بچو کی آوازیں بلند ہو گئیں، مگر پیر جیؒ پورے سکون کے ساتھ نماز پڑھتے رہے، وہ چٹان سیدھی ادھر ہی کو آرہی تھی جدھر پیر جی صاحب کھڑے محوِ نماز تھے، سب لوگ تو پریشان تھے کہ دیکھو کیا ہوتا ہے، مگر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ بھاری چٹان پیر جی کے بالکل قریب آکر رک گئی۔ لوگوں نے سکھ کا سانس لیا کہ الحمد للہ پیر جی بچ گئے، وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے پوچھا گیا کہ اوپر سے اتنی وزنی چٹان آرہی تھی، سب لوگ جان بچانے کی خاطر اِدھر اُدھر ہو گئے، آپ کیوں نہیں بھاگے؟ تو فرمایا: مجھے تو اس ہنگامے کا پتہ ہی نہیں چلا۔ سبحان اللہ!! ایسی شاندار نماز اللہ ہر کسی کو نصیب فرمائے۔

ہمارے والد محترم مولانا محمد عبد اللہ دھرم کوٹی اشراق کی نماز پڑھ رہے ہوتے تھے تو ہم ان کے لیے چائے لے کر آتے، ہم ان کے پاس آکر بیٹھ جاتے، چائے کے برتن کھڑکاتے کہ نماز جلدی ختم کریں، مگر وہ ادھر سے بے نیاز محوِ نماز رہتے، جب سلام پھیرتے اور چائے دانی کو ہاتھ لگا کر دیکھتے وہ ٹھنڈی محسوس ہوتی تو فرماتے: نالائق! ٹھنڈی چائے لے کر آ گئے ہیں، جاؤ گرم کر کے لاؤ! ان کو یہ پتہ ہی نہ ہوتا کہ چائے تو گرم آئی تھی مگر میری طوالت نماز نے اسے ٹھنڈا کر دیا ہے، ہم پھر گرم کر کے لاتے تو وہ پھر نماز میں مشغول ہوتے۔ اس طرح کئی کئی بار ہمیں چائے گرم کر کے لانی پڑتی۔ مگر وہ جو اپنے مولا سے گرم نیاز ہوتے انہیں پتہ ہی نہ چلتا کہ میں کتنی دیر پیشی میں کھڑا رہا ہوں۔ رات کو جب بھی ہماری آنکھ کھلتی تو انہیں نماز میں یا ذکر میں دیکھتے، ذکر ایسی بے خودی سے کرتے کہ سونے والے بھی اٹھنے اور سننے پر مجبور ہو جاتے۔ جب کہ ہماری حالت تو یہ ہے کہ ؎

میں جو سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

عربوں کا لباس:

عرب لوگ لمبا چولا پہنتے ہیں، جسے وہ ''توب'' کہتے ہیں، شاید وہ ''تبان'' کی بگڑی ہوئی شکل ہے، ان کا توب اتنا لمبا ہوتا ہے کہ اس سے ٹخنے ڈھک جاتے ہیں جن کو ڈھانکنا حرام ہے، بلکہ وہ پیچھے گھسٹتا ہوا آتا ہے اور زمین پر پڑے ہوئے کچرے کی صفائی کا کام دیتا ہے، اس کو نجاستیں بھی لگ جاتی ہیں جس کی وہ پرواہ نہیں کرتے، اسے پہن کر اور سر پہ اونٹ کا گھٹنا باندھنے والا اعقال پہن کر اپنے آپ کو وہ دنیا کی برتر مخلوق سمجھتے ہیں، یہ ان کا قومی لباس ہے، عموماً سارے ہی عرب بڑے شوق اور فخر سے اسے پہنتے ہیں، ایک روز ہمارا سفر

ہ(دسترخوان) بچھا ہوا تھا، اس پر افطاری چنی جارہی تھی، ایک عرب دسترخوان کے اوپر پیر رکھتا ہوا گزرا، میں نے دیکھا کہ اس کے لمبے دامن پر کوئی ناشائستہ چیز لگی ہوئی ہے، میں نے اس کا دامن پکڑ کر اسے وہ آلودگی دکھائی مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا اور ناک سکیڑتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ قطع نظر اس کے کہ اتنا لمبا دامن جو زمین پہ گھسٹتا آئے وہ حرام ہے، دیکھنا یہ ہے کہ جو قوم اتنے لمبے چوڑے دامنوں میں الجھی ہوئی ہو، لباس پہ فخر کرتی ہو، وہ کوئی محنت ومشقت کا کام کرسکتی ہے؟ وہ جہادی اور عسکری تقاضے پوری کرسکتے ہیں؟ نہ وہ بھاگ کر کسی دشمن کا تعاقب کرسکتی ہے نہ وہ دوڑ کر اپنے تعاقب کرنے والے سے بچ سکتی ہے، وہ اپنے دامن کو سنبھالے گی یا وہ اپنا دفاع اور دشمن پر حملہ کرے گی؟ نہ اس سے مشقت کا کام ہوسکتا ہے نہ ایسے لباس میں دشمن کے ساتھ جنگ لڑی جاسکتی ہے، نہ یہ کوئی مسنون لباس ہے جس کے ساتھ چمٹا رہنا ضروری ہے، لہٰذا یہ واجب الترک ہے۔

اسے چھوڑ کر عربوں کو ایسے کرتے پہننے چاہییں جو طریز دار ہوں، نچلی طرف ان کے چاک ہوں، لمبائی نصف ساق تک بقدر مسنون ہو اور وہ بھاگ دوڑ میں ممد ومعاون۔ جیسے ہمارے اکابر کا لباس ہے، جو کسی حد تک مسنون بھی ہے اور آرام دہ بھی اور کاروبار دنیا میں معاون بھی ہے۔ ہمارا دشمن اسرائیل بڑا چاق وچوبند اور چست وچالاک ہے، وہ ایسی کسی سستی کا مظاہرہ نہیں کرتا، وہ اپنے جوانوں کو لمبے چولوں میں نہیں الجھاتا بلکہ ان کو عسکری تربیت دیتا ہے، وہ انہیں اپنے مذہب اور قوم کا مجاہد بناتا ہے، وہ کروسیڈر تیار کرتا ہے، اگر عربوں نے زندہ رہنا ہے اور اپنے اصلی دشمن کو زیر کرنا ہے، بیت المقدس کو آزاد کرانا ہے، قبلہ اول کا تحفظ کرنا ہے تو انہیں قومی طور پر محنتی اور جفاکش بننا ہوگا۔ ہر عرب جوان کو فوجی تربیت لازماً دینا ہوگی تاکہ اسے بوقت ضرورت محاذ جنگ پہ بلایا جاسکے، عیاشی اور فحاشی کو چھوڑنا ہوگا، مجاہدانہ صفات اپنے اندر پیدا کرنی ہوں گی، جیسے افغانیوں کا امتیاز ہے۔

افغانوں کے اندر یہ خصوصیت اب بھی موجود ہے، وہ حریت پسند ہیں، اسلحہ بردار ہیں، کلاشنکوف ہر کسی کے کندھے پر ہے اور اپنے ذاتی یا قومی یا مذہبی دشمن کی تلاش میں ہیں، اسی بنا پر انہوں نے پہلے روس کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور اب امریکہ اور اتحادیوں کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں اور ان شاء اللہ آخری فتح انہی کی ہوگی، امریکہ اب بھاگنے کے رستے تلاش کررہا ہے، مگر وہ افغانوں کا حساب چکائے بغیر نہیں جاسکتا، اب اس پر کمبل والی کہاوت صادق آرہی ہے کہ میں تو کمبل کو چھوڑتا ہوں مگر کمبل مجھے نہیں چھوڑتا۔

اسرائیل ایک چھوٹا سا ملک ہے، ریاست بہاول پور سے بھی چھوٹا، جس کی آبادی ایک کروڑ بھی نہیں ہے، مگر اس نے بارہ کروڑ عربوں کو ناکوں چنے چبوار کھے ہیں، ان کے ناک میں دم کر رکھا ہے، اور عام عرب لوگ اسرائیل کے مقابلے کو خارج از امکان اور اسے ناقابل تسخیر سمجھتے ہیں، خدا بھلا کرے مجاہدوں کا کہ پچھلی جنگ میں انہوں نے وہ کارنامہ کر دکھایا جو بیس سے زائد عرب ممالک اور ان کی فوجیں نہیں کرسکیں،

اب اسرائیل دوسرے راؤنڈ کی تیاری کر رہا ہے، یہ سعودی قوم کی خوش قسمتی ہے کہ اسرائیل نے سعودیہ کا رخ نہیں کیا، ورنہ یہ لوگ تو شاید اس کے سامنے ایک دن بھی نہیں ٹھہر سکتے، مکہ مدینہ کا تو محافظ اللہ تعالیٰ خود ہے، مگر عربوں کی حفاظت کی ذمہ داری اس نے نہیں لے رکھی۔ وہ تو انتم الا علون ان کنتم مومنین کی صدادے رہا ہے، ان تنصروا الله ینصرکم کا اعلان کر رہا ہے۔ ان اکرمکم عندالله اتقاکم کا معیار بتلا رہا ہے، اور ان ینصرکم الله فلاغالب لکم کی آیت سنا رہا ہے، کسی قوم کے ساتھ اس کا خونی رشتہ نہیں ہے، اس کو اپنی ساری مخلوق عزیز ہے، مگر جو اس کے دین، دینِ اسلام کی خدمت کرتا ہے اسے وہ معزز اور سربلند کرتا ہے اور جو اس کے دین سے روگردانی کرتا ہے وہ اسے پیچھے دھکیل کر دوسری قوم کو آگے لے آتا ہے۔ فان تتولوا یستبدل قومًا غیرکم ثم لایکونوا امثالکم یعنی اگر تم روگردانی کروگے تو وہ تمہیں پیچھے ہٹا کر دوسری قوم کو آگے لے آئے گا پھر وہ تمہارے جیسے نہیں ہوں گے۔

عرب معاشرہ:

موجودہ عرب معاشرہ بالکل کھوکھلا ہے اس کی کوئی بنیاد نہیں، ہر چیز مصنوعی ہے، کھانے پینے کی اشیاء ڈبہ بند باہر سے آتی ہیں، ان کے لباس، ان کے چوغے، ان کے سرخ رومال، ان کے عقال، ان کے جوتے، ان کے جانماز، ان کی تسبیحات چین سے بن کر آتے ہیں، کوئی چیز ترکی کی بنی ہوئی ہوتی ہے تو کوئی پاکستان اور ہندوستان کی، وہاں صرف غلاف کعبہ بنتا ہے جس پر بادشاہ وقت کا نام جلی حروف سے لکھا ہوتا ہے یا مدینہ منورہ میں قرآن پاک کی طباعت کا بہترین انتظام ہے جو باہر ملکوں کو بھیجا جاتا ہے، یہ بہت بڑی نیکی ضرور ہے مگر کافی نہیں، عیش پرستی کے تمام سامان امریکہ چائنا اور فرانس سے آتے ہیں، عیاشی کی نئی نئی چیزیں جو ان کے موجد ملکوں میں ابھی عام نہیں ہوتیں سعودیہ میں مل سکتی ہیں، اکثر عرب ممالک میں بچیوں کے لباس سے آستینیں غائب ہوتی جا رہی ہیں، عورتوں کا حجاب مردوں کی عقل پہ پڑ گیا ہے، دو ممنوع چیزیں عربوں نے اجماعی طور پر اپنالیں ہیں: مردوں کے چہروں سے داڑھی غائب اور عورتوں کا حجاب مفقود ۔

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، عام دیدار یار ہوگا
سکوت تھا پردہ دار جس کا، وہ راز اب آشکار ہوگا

بوڑھے عربوں کی منڈی ہوئی ٹھوڑیاں بیحد مکروہ نظر آتی ہیں، شاید وہ کبھی آئینہ نہیں دیکھتے کہ ان کو پتہ چلے کہ جو گھٹیا کام ہم نے حسنِ صورت کو بڑھانے کے لیے کیا ہے وہ چشمِ مستِ ساقی میں انتہائی بدصورت نظر آتا ہے۔

لمبے چولے میں گوری عرب عورتیں موم کی میمیں نظر آتی ہیں، مگر سیاہ حبشی عورتوں نے ان کی اس قبیح رسم کو نہیں اپنایا، فٹ پاتھ پہ بیٹھی سیاہ عورتیں اپنا سامان بیچ رہی ہیں، رومال، تسبیحات، ٹوپیاں، کالے برقعے، ان

کے نقاب، زنانہ مردانہ جوتے، سرخی وغیرہ ان کا سامان تجارت ہوتا ہے، وہ یہ سارا کاروبار کرتی ہیں، مگر ان کا چہرہ پوشیدہ ہوتا ہے، صرف دو آنکھیں ننگی ہوتی ہیں، ان کی آنکھوں میں حیا کی جھلکیاں نظر آتی ہیں، جبل احد کے دامن میں مشہدامیر حمزہ کے پاس ایک کالی عورت اپنی دکان لگائے بیٹھی تھی، سامان سامنے بکھرا ہوا تھا، اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی حمائل تھی، وہ اس پہ تلاوت کر رہی تھی، جب کوئی گاہک آتا وہ نظر اٹھائے بغیر اس سے بات کرتی، قیمت بتلاتی، اسے وصول کرتی، شاپر میں ڈال کر چیز اس کے حوالے کرتی اور پھر اپنی تلاوت میں مشغول ہوجاتی، گویا اس کا اصل کام تلاوت قرآن اور خرید وفروخت ایک ضمنی چیز ہے، ہوجائے ہوجائے نہ ہوجائے نہ سہی مگر ذکر یار میں فرق نہ آئے۔ گویا لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله کی عملی تصویر مجھے نظر آ گئی، کاش تمام عرب عورتیں بلکہ تمام مسلمان مستورات ایسی ہوجائیں تو ہمارا معاشرہ رشک ملائک وحور بن جائے۔

عرب لوگ اب ہم سے زیادہ مغرب پرست بن چکے ہیں، اس کا علاج صرف انقلاب ہے اور یہ انقلاب ان شاءاللہ اسامہ بن لادن جیسا کوئی مردِ مومن لائے گا جو سعودیہ کو ترقی کی راہ پہ ڈالے گا اور مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرے گا، وہ بش کو للکارے گا لیکن جمال عبدالناصر یا صدام کی طرح نہیں کہ کھوکھلے نعرے لگاتے اور دادِ تحسین وصول کرتے رہے لیکن دشمن سے جنگ کی کوئی تیاری نہ کی، جب آمنا سامنا ہوا تو ہفتوں یا دنوں میں کام تمام ہوگیا۔ اور دشمن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے، بلکہ وہ پہلے بھرپور جنگی تیاری کرے گا، سامانِ جنگ جمع کرے گا، سعودیہ میں اسلحہ ساز کارخانے لگائے گا، جدید شے، جدید اسلحے میں خود کفیل ہوگا، نیویارک اور واشنگٹن تک مار کرنے والے میزائل تیار کرے گا، اپنے بچاء کیلئے پیٹریاٹ میزائل بھی بنائے گا، پھر امریکہ کو دعوت مبارزت دے گا، تب مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہوجائے گا اور وقت کے فرعونوں کے سر ندامت سے جھک جائیں گے ان شاء الله تعالىٰ وهو علىٰ كل شيء قدير ؎

خدا وندا مری یہ آرزو ہرحال پوری کر
سعودیہ میں پیدا انقلاب حق ضروری کر
جو امریکہ کے خادم ہیں انہیں امریکہ پہنچادے
یوں خدام حرم اور ان میں حائل بعد و دُوری کر

مسواک کا تحفہ:

میں حرم شریف میں بیٹھا ہوا تھا، ایک عرب نے مجھے مسواک کا نذرانہ دیا، مسواک پیک شدہ تھی اور اس کے اوپر لکھا تھا هدية من ملك فهد۔ یعنی یہ شاہ فہد کا تحفہ ہے، مجھے اس کو پا کر ایسی خوشی نہیں ہوئی جیسی مسلمان بادشاہوں کے تحفوں سے ہوا کرتی ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ پہلے زمانے کے مجاہد بادشاہ اپنی رعایا کے بہادر افراد کو تلوار کا تحفہ دیا کرتے تھے، جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابودجانہؓ کو اپنی تلوار تحفہ میں

دی مگر اس شرط پر کہ اس کا حق ادا کرے، یعنی اس کو کفر کے خلاف اس وقت تک استعمال کرے جب تک کہ تلوار کے ٹکڑے نہ ہو جائیں اور ہاتھوں کی سکت ختم نہ ہو جائے۔ مگر آج اسی سعودی عرب کا رہنما ہمیں مسواک کا تحفہ دیتا ہے، کاش کہ اس نے مجھے پسٹل کا تحفہ دیا ہوتا، کوئی بندوق میرے کندھے پہ سجائی ہوتی، کوئی کلاشنکوف میرے ہاتھ میں تھمائی ہوتی، کوئی گرنیڈ مجھے دیا ہوتا، کوئی راکٹ میزائل مجھے پکڑایا ہوتا کہ: لو! اس سے ائمہ کفر کے پرخچے اڑاؤ! فرعونانِ وقت کی گردنیں جھکاؤ! اسلام کا جھنڈا سارے عالم پہ لہراؤ! غلامانِ محمد کی دھاک ساری دنیا میں بٹھاؤ اور تختِ محمدی مشرق و مغرب میں بچھاؤ، مگر یہ سب کچھ تو اس قوت کے ساتھ ہو سکتا ہے جس کا حکم اس آیت قرآنی میں دیا گیا ہے۔ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدو کم ۔مگر انہوں نے اس آیت پہ عمل نہیں کیا، کوئی اسلحہ ساز کارخانہ تیار نہیں کیا، کوئی توپیں ڈھالنے کی فیکٹری نہیں لگائی، کوئی ایٹم بم نہیں بنایا، کوئی راکٹ و میزائل فراہم نہیں کئے، پھر ہم دشمن کے دوبدو کیسے ہو سکتے ہیں؟ جنہوں نے کار زمیں کو بھی ساخت کیا اور با آسمان بھی پرداخت ہو گئے، ان کے بارود کے دھویں سے زمیں تو زمیں فضا و خلا بھی مسموم ہو گئے، انہوں نے زمین کو تو ایک صدی پہلے مسخر کر لیا تھا، اب وہ آسمان کے ستاروں پہ کمندیں ڈال رہے ہیں، اجرام فلکی کو تسخیر کر رہے ہیں، پھر ہم ان کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ طالبان کی مثال ہمارے سامنے ہے وہ فرشتوں کی جماعت، شرعیات کی مکمل پابند، خدا کی نصرتوں کے مستحق، نزولِ ملائکہ کے اہل، صرف اس لیے عارضی طور پہ ہی سہی لیکن شکست کھا گئے کہ امریکہ کے بی ۵۲ طیاروں کا ان کے پاس توڑ نہیں تھا، تو انہوں نے دانشمندی سے کام لیتے ہوئے بے فائدہ جانی ضیاع سے بچنے کے لیے زیرزمین چلے جانے کو مناسب سمجھا اور انہوں نے حکومت سے دستبرداری اختیار کر لی، مگر انہوں نے بش کے جبر و قہر کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے، گردن نہیں جھکائی، اس سے زندگی کی بھیک نہیں مانگی جیسے ہمارا پرویز مشرف ان کی ایک دھمکی کے سامنے ہتھیار ڈال کر ظالموں کا معاون بن گیا۔ میرا اذعان ہے کہ اگر پاکستان یا کوئی اسلامی ملک طالبان کو ہوائی تحفظ دے دیتا تو وہ امریکہ کے سامنے کبھی شکست نہ کھاتے۔ (جاری ہے۔۔۔)

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

علامہ ابن تیمیہ کے مقلدین

نام نہاد اہلحدیثوں کے متعلق کسی نے کہا کہ مسئلہ تین طلاق میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہیں۔ داؤد ارشد صاحب غیر مقلد اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اولاً جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ ثانیا:۔ ایک دم دی گئی طلاق ثلاثہ کے ایک ہونے پر قرآن وحدیث کے دلائل ہمارے ساتھ ہیں''

(تحفہ حنفیہ صفحہ ۴۸۲)

اس کے بعد انہوں نے مسلم سے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مسند احمد سے حدیث رکانہ رضی اللہ عنہ نقل کی ہے (حوالہ مذکورہ)

الجواب:(۱) شرف الدین دہلوی صاحب غیر مقلد حدیث مسلم کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس میں مجلس واحد کا ذکر ہی نہیں، عام اس سے کہ مجلس ایک ہو یا تین بلکہ اطہار ثلاثہ ہوں یا نہ۔ اور جس روایت مسند احمد میں مجلس واحد کا ذکر ہے وہ صحیح نہیں اس کی سند بروایت عکرمہ عن عمران بن حصین ہے جس کو محدثین حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے کہ ایسی روایت خصوصاً صحیح نہیں ہوتی، ملاحظہ ہو تقریب التہذیب''

(فتاوٰی ثنائیہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۶)

دہلوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اصل بات یہ ہے کہ مجیب مرحوم نے جو لکھا ہے کہ تین طلاق مجلس واحد کی محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں یہ مسلک صحابہؓ، تابعینؒ وتبع تابعینؒ وغیرہ ائمہ محدثین متقدمین کا نہیں ہے یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے فتوی کے پابند اور ان کے معتقد ہیں یہ فتوی شیخ الاسلام نے ساتویں صدی ہجری کے اخیر یا اوائل آٹھویں میں دیا تھا تو اس وقت کے علمائے اسلام نے ان کی سخت مخالفت کی تھی'' (فتاوٰی ثنائیہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)

دہلوی صاحب کی مذکورہ عبارتوں میں ان روایتوں کا جواب موجود ہے جن کا داود صاحب سہارا لیا ہے نیز یہ اعتراف بھی ہے کہ طلاق ثلاثہ کو ایک قرار دینا ساتویں صدی کے بزرگ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے یا ان محدثین کا ہے جو ان کے فتوی کے پابند ہیں۔

اب معلوم نہیں کہ داود صاحب اپنی جماعت کے مقتدر عالم شرف الدین دہلوی صاحب کی عبارت نقل کر کے ''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو'' کا جملہ چسپاں کریں گے؟

(۲) ہم داؤد صاحب کو یہاں یہ بتانا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ آلِ غیر مقلدیت کے اعتراف کے مطابق اہلحدیث، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تقلید کیا کرتے ہیں۔

☆......غیر مقلدین کے ''تذکرہ'' میں لکھا ہے:

''بعض علماء اہلحدیث امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ سے اتنا متاثر ہیں کہ ان کے خیالات کو مقلدانہ طور پر مانتے ہیں'' (تذکرہ حافظ محمد گوندلوی صفحہ ۱۱۹)

☆......عنایت اللہ اثری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''غزنوی بزرگ خصوصاً اور دیگر اہلحدیث عموماً امام ابن تیمیہ کی عملاً تقلید کرتے ہیں۔''

(العطر البلیغ صفحہ ۱۵۹ مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد دوم)

☆......امام آلِ غیر مقلدیت وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

''بعضے اہل حدیث ایسے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی تقلید سے تو بھاگے لیکن ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اور نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کی تقلید اندھا دھند کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے فرمن المطر وقام تحت المیز اب یا صلت علی الا سعد وبلت عن النقد'' (لغات الحدیث جلد ا صفحہ ۲۱: کتاب، د)

وحید الزمان صاحب، اہل حدیث حضرات کے متعلق لکھتے ہیں:

''اسی طرح حرمت سماع اور مزامیر میں ابن تیمیہ اور ابن قیم کے مقلد بن جاتے ہیں... عجیب بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور علماء سلف کی نسبت تو کہتے ہیں وہ معصوم عن الخطاء نہ تھے انہوں نے بہت سے مسائل میں خطا کی اور جب یہ کہو کہ ابن تیمیہ یا ابن قیم یا شاہ ولی اللہ یا مولانا اسماعیل یا قاضی شوکانی یا نواب صدیق حسن خان مرحوم نے اس مسئلہ میں خطا کی تو فوراً کان کھڑے کر کے چراغ پا ہو جاتے ہیں گویا ان متاخرین کو معصوم عن الخطا سمجھتے ہیں یہ تو وہی مثال ہے فرمن المطر وقام تحت المیزاب''

(لغات الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۵۰: سل)

وحید الزمان صاحب مزید لکھتے ہیں:

''ہمارے اہلحدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید نور اللہ مرقدہم کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا، بس اس کے پیچھے پڑ گئے، بُرا بھلا کہنے لگے۔ بھائیو! ذرا تو غور کرو اور انصاف سے کام لو جب تم نے امام ابوحنیفہ اور شافعی کی تقلید چھوڑی تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے'' (لغات الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۲: ص) (**بقیہ** ص:3 پر)

احسن خدامی

استاذ جی حافظ عبدالکریم صاحب رحمہ اللہ

یہ سنہ ۲۰۰۹ء کی ایک شام کی بات ہے جب یہ ناچیز استاذ محترم حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب مدظلہ العالی کے اندازِ تدریس کی شہرت سن کران سے استفادہ کے شوق میں کشاں کشاں مدرسہ عربیہ احیاء العلوم ظاہر پیر پہنچا۔اجنبی نو وارد مسافر، نہ جان، نہ پہچان ۔نہ اس علاقے اور اہل علاقہ یا ان کی زبان سے ہی کچھ واقفیت ۔مدرسے کے خادم صاحب نے، جو مولانا زاہد صاحب اور بھائی ساجد صاحب کے ماموں ہونے کی بناء پر تمام طلبہ میں ''ماموں'' کے لقب سے معروف ہیں، بندہ کا حال احوال پوچھا اور کہیں سے بچا کھچا کھانا تلاش کر کے بندہ کی خدمت میں پیش کیا۔اگلی صبح حضرت استاذ جی نعمانی صاحب کی زیارت ہوئی اور مدرسہ میں داخلہ کا مرحلہ بخیریت انجام پایا۔ جب اسباق کی ''بسم اللہ'' کا مرحلہ پیش آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت استاذ جی نعمانی صاحب مدظلہ ایک ضعیف، درویش،فقیر منش بابا جی سے اسباق کی ابتداءاور دعا کی درخواست فرمارہے ہیں۔اور سر پر سفید دیہاتی طرز کا صافہ باندھے،لنگی پہنے وہ بزرگ تواضع سے جھکے جارہے ہیں اور انکساری کے ساتھ انکار فرمارہے ہیں۔آخر حضرت استاذ جی نعمانی صاحب نے جب اصرار فرمایا تو ان بزرگوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے اور یوں نئے سال کی ابتداء فرمائی۔متجسس نظروں نے استفہامیہ انداز سے دوسرے طلبہ کی طرف دیکھا تو جواب ملا......مولانا حافظ عبدالکریم صاحب......یہ استاذ جی کی شاگردی اور تعارف کا پہلا دن تھا۔

استاذ جی کی ہیئت اور سادگی کو دیکھ کر بہت مشکل سے کوئی اندازہ لگا سکتا تھا کہ یہ شخص کتابوں کا مدرس بھی ہوسکتا ہے۔مگر وہ صرف مدرس نہیں بہت بلند اور عظیم الشان مدرس تھے، بلکہ فنون میں شاید چندگنی چنی شخصیات میں ان کا شمار کیا جاسکتا ہو۔طالب علم کو انگلی سے پکڑ کر چلانا،عبارت پڑھنے اور مطالعہ حل کرنے میں اس کی جھجک دور کرنا،اس کو چلنے کے بعد دوڑانا،دوڑانے کے بعد اڑانا اور پھر اس میں اتنی قوت پرواز پیدا کردینا کہ وہ کسی سہارے کی تلاش کے بغیر بلا جھجک بلند آسمان میں علمی پرواز کرتا چلا جائے،یہ استاذ محترم کا ادنیٰ کمال تھا۔

بندہ کو استاذ جی کی شاگردی میں آئے تین چار ہی دن ہوئے تھے۔ہدایہ اخیرین استاذ جی کے پاس تھی۔ایک دن یہ ہوا کہ بندہ ناشتے کے بعد لیٹا تو آنکھ لگ گئی۔استاذ جی حافظ صاحب کے سبق میں غیر حاضری ہوگئی۔استاذ جی ناراض ہوگئے۔استاذ جی کی ناراضی کا ایک انداز یہ تھا کہ جس طالب سے ناراض ہوتے اس

سے تین چار دن سزا کے طور پر عبارت نہ پڑھواتے تھے۔ مدرسہ چھوٹا تھا اور ہر جماعت میں طلبہ زیادہ سے زیادہ پندرہ یا بیس۔ سب طلبہ عبارت ایک جانب سے دوسری جانب تک عبارت پڑھتے اور جب اس کی باری آتی تو اس طالب علم کو بائی پاس کر کے اگلے طالب علم کو عبارت پڑھنے کا کہا جاتا، اسے شرمندگی محسوس ہوتی۔ یہ استاذ جی کا عجیب انداز تھا، عبارت سے جان چھوٹنے پر اور جگہ کے طلبہ خوش ہوتے ہیں اور عبارت پڑھنے کو سزا سمجھتے ہیں مگر یہاں طالب علم عبارت کی اجازت نہ ملنے کو سزا سمجھتا تھا۔ خیر! جمعرات کا دن تھا جب بندہ نے استاذ جی کے سبق سے غیر حاضری کی اور استاذ جی نے جماعت میں طلبہ سے کہہ دیا کہ اس کو اب ایک ہفتہ عبارت پڑھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ جب جاگ آئی تو سبق ہو چکا تھا اور طلبہ نے آ کر بتایا کہ استاذ جی تم سے ناراض ہو گئے ہیں۔ بندہ بہت نادم ہوا اور سارا دن اسی فکر میں رہا کہ استاذ جی کو کس طرح راضی کیا جائے۔ اگلے دن جمعہ تھا، اور جمعہ کے دن مدرسہ کا معمول یہ تھا کہ تمام طلبہ فجر کی نماز کے بعد استاذ جی حافظ صاحب کی نگرانی میں تلاوت کے لیے بیٹھتے اور اشراق تک تلاوت کرتے، کسی کو اس معمول سے غیر حاضر ہونے کی اجازت نہ تھی۔ اسی تلاوت کے ''پیریڈ'' کے دوران میں چپکے سے اٹھ کر استاذ جی کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور اپنی غلطی کی معافی چاہی۔ استاذ جی نے معاف فرما دیا اور فرمایا کہ ''مجھے کل ہی کسی نے بتایا ہے کہ تم شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے پوتے ہو''......! بندہ ندامت سے زمین میں گڑ گیا۔ استاذ جی نے بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ''پہلے میں نے یہ سوچا ہوا تھا کہ تیری عبارت پر پابندی لگا دوں گا، مگر جب یہ معلوم ہوا ہے کہ تو مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کا پوتا ہے تو اب تجھے ہر روز اور سب سے زیادہ عبارت پڑھنی ہوگی''۔ بندہ نے سر جھکا دیا۔ اس دن سے لے کر جب تک میں وہاں رہا، شاید ہی کوئی دن ایسا گذرا ہو جس دن بندہ کو عبارت کا موقع نہ ملا ہو۔ جب تمام طلبہ اپنے اپنے حصہ کی عبارت پڑھ چکتے تو پھر بندہ کو ارشاد ہوتا اور اس سے آگے جہاں تک استاذ جی فرماتے بندہ عبارت پڑھتا۔ جو دو چار حرف بندہ کو آتے ہیں انہیں صرف ونحو کے ابتدائی اساتذہ کرام اور استاذ محترم مولانا محمد حسن صاحب (جو خود بھی استاذ جی حافظ صاحب کے خاص شاگرد ہیں) کے بعد حضرت استاذ جی حافظ صاحب کی اس شفقت ہی کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔

استاذ جی کی تدریس کا طریقہ عجیب تھا۔ سال کے شروع میں سب سے پہلے عبارت پر زور ہوتا۔ استاذ جی طلبہ کو الفاظ کی پہچان کرواتے، اور بالکل چھوٹے بچوں کی طرح انگلی سے پکڑ کر چلاتے، فاعل مفعول، موصوف صفت، مضاف مضاف الیہ اور اعراب کی وجوہات پوچھتے، طریقہ یہ تھا کہ طالب علم کو عبارت پڑھنی ہوتی تھی اور ہر ہر لفظ کی وجہ اعراب بتانا بھی اسی کی ذمہ داری تھی، استاذ جی ایک ایک لفظ پر جرح کرتے، طالب کو گھماتے، پھنساتے اور خود کچھ نہ بتاتے۔ اگر ایک طالب علم کسی سوال میں پھنس جاتا اور

جواب نہ دے سکتا تو دوسرے، پھر تیسرے سے پوچھتے، پوچھنے کی ترتیب یہ ہوتی کہ پہلے کمزور ذہن والے طلبہ سے سوال کرتے اور جب وہ اپنی پوری طاقت خرچ کر چکتے اور سوچ سوچ کر تھک جاتے تو پھر درجہ بدرجہ ذہین طالبہ کرام سے سوال کرتے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ پوری کلاس ہی کسی سوال کے جواب سے عاجز آجاتی تو پھر آخر میں استاذ جی چند نپے تلے الفاظ میں اس عبارت کو ایسا حل فرماتے کہ لطف آجاتا تھا اور وہ عبارت، اس کا اشکال اور جواب کبھی طلبہ کے ذہن سے محو نہیں ہوتا تھا۔ بعض نحوی الفاظ کی تشریح اپنے خاص انداز میں فرماتے، مثلاً ''اِن وصلیہ'' کی تشریح یوں فرماتے کہ ''اس کا ترجمہ ''اگرچہ'' ہوتا ہے اور اس کا ما بعد اس کے ماقبل کو روکنا چاہتا ہے، مگر روک نہیں سکتا''۔ مثال: ''میں مدرسے جاؤں گا اگرچہ بارش کیوں نہ ہو'' تشریح: بارش کا ہونا مدرسے جانے سے روکنا چاہتا ہے مگر قائل کا عزم ہے کہ پھر بھی مدرسے جاؤں گا، تو بارش نے اسے مدرسے جانے سے روکنا چاہا مگر روک نہ سکی۔ مضاف مضاف الیہ، موصوف صفت اور دوسرے نحوی الفاظ کی آسان اور سادہ علامات طلبہ کو بتاتے جس سے کمزور ذہن والے طلبہ کیلئے بھی ان کی پہچان آسان ہوجاتی۔ استاذ محترم، نمونۂ اسلاف، امام الصرف والنحو حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ کی ''العلامات النحویہ'' بھی اسی طرز پر لکھی ہوئی ہے۔

چند دن اس طرح عبارت پر محنت کرنے کے بعد جب طلبہ کرام عبارت پڑھنے میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے لگے تو اب استاذ جی نے عبارت میں طلبہ کے مقابلے شروع کروائے۔ ''دیکھتے ہیں کہ ایک سانس میں، غلطی کے بغیر، صاف صاف، سب سے زیادہ عبارت کون پڑھ سکتا ہے''۔ سندھی، پٹھان، پنجابی، ایرانی اور سرائیکی طلبہ میں خوب مقابلہ ہوتا، کبھی سندھی طالب علم جیت جاتا تو پنجابیوں کو جوش آتا، پنجابی کی جیت ہوتی تو پٹھانوں کی غیرت کا سوال سامنے آکھڑا ہوتا۔ بلوچ اور ایرانی بھی ایک دوسرے کو چیلنج کرتے نظر آتے اور یوں ''وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون'' کا سماں بندھ جاتا۔ مقابلہ بازی کی اس فضا میں قومی حمیت کی حرارت ضرور تھی مگر لسانی عصبیت کی بدبو بحمد اللہ کبھی پیدا نہیں ہوئی نہ ہی طلبہ میں اس کی بناء پر کوئی کدورت محسوس کی گئی۔

عبارت کے ان مقابلوں میں کبھی کبھار بڑی دلچسپ صورت حال پیدا ہوجاتی۔ مانسہرہ کے ایک ساتھی بھائی زبیر نے ایک دن خوب محنت کر کے ایک سانس میں کافی زیادہ عبارت تیار کی۔ جب وہ بہت تیز رفتاری سے اور آخری حد تک سانس خرچ کر چکنے کے بعد کافی لمبی عبارت پڑھنے میں کامیاب ہوئے تو فاتحانہ نظروں سے پوری جماعت کی طرف دیکھا۔ ان کا خیال تھا کہ اس سے زیادہ عبارت کوئی بھی ایک سانس میں نہیں پڑھ سکتا، مگر وائے قسمت کہ بھائی حبیب الرحمٰن کوہستانی جو طلبہ میں ''سروجی'' کے نام سے

معروف تھے، اس نے سانس جمع کر کے اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے عبارت پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ جب گردن کی رگیں پھول گئیں، آنکھیں باہر نکل آئیں اور سانس اپنے اختتام کو پہنچا تو وہی لفظ زبان پر تھا جس پر بھائی زبیر صاحب کی عبارت ختم ہوئی تھی۔ سروجی صاحب نے جب دیکھا کہ میرے لئے اس لفظ کو مکمل کرنا بھی ممکن نہیں ہے اور اب میں اتنی محنت کے باوجود مقابلہ ہارنے والا ہوں تو اور ہمت کر کے کسی نہ کسی طرح اس لفظ کو ادا کر کے ایک ذرا سی ''چوں'' کی آواز نکال دی اور دعویٰ کیا کہ میں نے وہ لفظ مکمل ادا کر کے اس سے اگلے لفظ کا بھی ایک حرف پڑھا ہے۔ استاذ جی نے ان کی جیت کا اعلان کر دیا، پوری جماعت ہنس رہی تھی اور بھائی زبیر صاحب کا مارے غصے کے برا حال تھا۔

جب عبارت پڑھنے میں طلبہ خوب مشاق اور ماہر ہو گئے تو اب استاذ جی نے ترجمہ کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ ترجمہ یوں تو ہم سات سال سے کرتے چلے آ رہے تھے مگر یہاں آ کر پتہ چلا کہ ترجمہ کس چیز کو کہتے ہیں اور ترجمہ کے نام پر ہم اب تک کتاب کے ساتھ کیا کرتے رہے ہیں۔ استاذ جی کے سبق میں بامحاورہ اور اندازہ یا ''تکا'' لگا کر کئے گئے ترجمہ کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ تحت اللفظ اور خالص ترکیبی ترجمہ کرنا ضروری تھا۔ ترجمہ میں قدیم اردو زبان استعمال ہوتی تھی مثلاً ''چلا جاوے''، ''کر لیوے'' وغیرہ۔ سرائیکی زبان کی کچھ کچھ آمیزش بھی ہوتی تھی، ضمیر کا ترجمہ اس کے مرجع کے ساتھ کرنا ضروری تھا۔ مثلاً ''**وجب علیه ان یعطیه**'' کا ترجمہ ''واجب ہے اس پر کہ دے دے اس کو'' بالکل قابل قبول نہیں تھا، بلکہ اس کی بجائے ''واجب ہے اس بائع پر کہ دے دیوے اسی مشتری کو''، یعنی ضمائر کا ترجمہ ان کے مرجع کے ساتھ کرنا لازمی تھا۔ ترجمہ کا ترکیب سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہونا بھی ضروری تھا، یعنی حال کا ترجمہ حال والا، مضاف مضاف الیہ کا مضاف مضاف الیہ والا، موصوف صفت کا موصوف صفت والا اور شرط جزا کا ترجمہ شرط جزا والا ہی کرنا ہوتا تھا۔ ترجمہ کے اس طریقے کا فائدہ یہ تھا کہ طالب علم محض اندازے سے غلط سلط ترجمہ نہیں کرتا تھا اور نہ ہی عبارت میں نابینوں کی طرح ٹامک ٹوئیاں مار کر چلتا تھا بلکہ اپنے ترجمے سے جو مفہوم وہ نکالتا تھا اس پر اس کو پورا اطمینان اور وثوق ہوتا تھا۔ اس طریقے سے ترجمہ کرنے والے کو عبارت میں بصیرت حاصل ہوتی تھی اور بہت لمبے چوڑے اشکالات اور اشتباہات محض ترجمے کی خوبی سے ہی **کان لم یکن** ہو جاتے تھے۔

آج کے زمانہ میں ادب اور تحریر کے ملکہ نے وہی اہمیت اور حیثیت اختیار کر لی ہے جو کسی زمانے میں منطق کو حاصل تھی، جس طرح پہلے زمانے میں منطقی شخص اپنے آپ کو چیزے دیگر سمجھتا تھا اور ساری دنیا اسے بونی نظر آتی تھی، اسی طرح اب جس کو دو چار لفظ لکھنے آ جائیں اسے علم اور تقویٰ کے پہاڑ بھی جاہل اور احمق نظر آنے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس قدیم طرز کے ترجمہ کو اب معیوب اور دیہاتی خیال کیا جانے لگا

ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود عبارت کو سمجھنے اور اس میں مہارت پیدا کرنے کیلئے لفظی اور ترکیبی ترجمہ انتہائی ضروری ہے۔ ہاں خود کتاب کو سمجھنے کی لیاقت حاصل ہوجانے کے بعد لوگوں کو اپنی بات سمجھانے کیلئے بامحاورہ اور جدید انداز کے ترجمہ کی بھی خوب مشق کرنی چاہئے، تاکہ نہ تو خود بات کو سمجھنے میں غلطی ہو اور نہ ہی لوگوں کو سمجھانے میں دشواری ہو۔

فائدہ......: طالب علم کو چاہئے کہ مطالعہ شروع کرنے سے پہلے تین چار مرتبہ عبارت پڑھ لے۔ اس طرح عبارت کے موضوع اور مفہوم کا ایک خاکہ اور خلاصہ پہلے سے اس کے ذہن میں آجائے گا اور مطالعہ میں بے حد آسانی ہوگی۔ بعض اوقات طالب علم مطالعہ کے دوران کسی لفظ کو حل نہیں کرپاتا اور گھنٹوں اس پر غور کرتا رہتا ہے، حالانکہ اسی لفظ کی وضاحت اس سے نچلی سطر میں موجود ہوتی ہے۔

فائدہ۲......: عبارت کو حل کرنے اور پڑھنے میں ذرا فرق ہے۔ بہت سے طلبہ عبارت کو خوب محنت کرکے حل کرلیتے ہیں لیکن عبارت پڑھنے میں وہ زیادہ کامیاب نہیں ہوتے، اس لئے کہ عبارت پڑھنے میں روانی صرف اسے حل کرنے سے نہیں بلکہ پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا طالب علم کو چاہئے کہ عبارت کے اعراب درست کرنے، اس کے مطالب کو سمجھنے اور ٹھیک ترجمہ کرچکنے کے بعد آخر میں بھی تین چار مرتبہ عبارت کو پڑھے۔ اس سے اس کی زبان صاف ہوگی اور پڑھنے میں روانی آئے گی۔ محض حل کرلینے سے یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی۔

ترجمہ میں کافی مہارت حاصل ہوجانے کے بعد اب مفہوم بیان کرنے کی باری آئی۔ اگرچہ جس طریقے سے ترجمہ کرنا سکھایا گیا تھا، اس میں مہارت کے بعد اکثر و بیشتر مفہوم تو اسی سے حل ہوجاتا تھا۔ جو طالب علم مفہوم کو صحیح سمجھا نہ ہو اس کیلئے استاذ جی کے سامنے ترجمہ کرنا قریب قریب ناممکنات میں سے تھا۔ مگر اب استاذ جی کی طرف سے مطالبہ یہ ہوتا تھا کہ عبارت پڑھنے سے پہلے اس کا ٹھیک ٹھیک مفہوم آسان اور جامع مانع الفاظ میں پیش کیا جائے۔ مسئلہ کی صورت مسئلہ بنائی جائے جو مسئلے کی تمام شقوں پر مشتمل ہو۔ استاذ جی حاشیہ پڑھنے کی خاص طور پر ترغیب دیتے، کبھی کبھی حاشیہ باقاعدہ حل بھی کرواتے اور حاشیہ کی طرف التفات نہ کرنے والے طالب علم سے باز پرس کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سی شروحات دیکھنے کی نسبت صرف حاشیہ کو حل کرنا کتاب کے حل کے لیے کہیں زیادہ مفید ہوتا ہے۔

جس دن کوئی مشکل مسئلہ کتاب میں آتا اس سے چند دن پہلے ہی استاذ جی اعلان فرمادیتے کہ ''جو کوئی اس مسئلے کو ٹھیک ٹھیک حل کرے گا اسے ایک خرما (کھجور) انعام میں دوں گا'' اب اس ''خرمے'' کو حاصل کرنے کیلئے سب طلبہ ایڑی چوٹی کا زور لگاتے، ہر ایک خوب محنت سے اس عبارت کو حل کرکے صورت مسئلہ کی بہترین تقریر تیار کرنے کی کوشش کرتا اور استاذ جی پہلے سے فرمادیتے کہ ''تمہارا خرما خوامخواہ خراب کروں گا''۔

یعنی تمہیں پھنسا کر فیل کر دوں گا اور خرما نہیں لینے دوں گا۔ چنانچہ کوئی کوئی خوش نصیب ہی اس اعزاز کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا۔ (''خوامخواہ'' کا لفظ ہمارے دیار یعنی لاہور و ما حولھا میں فضول وبیکار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جبکہ اُن اطراف میں یہ لفظ ''ضرور'' کے معنی میں مستعمل ہے۔ شروع شروع میں جب استاذ جی کی زبان سے سنتا کہ ''خوامخواہ پوچھ پاچھ کروں گا'' ...... ''جو سبق یاد نہیں کرے گا، خوامخواہ اسے تنگ کروں گا، پریشان کروں گا'' تو بہت تعجب ہوتا۔ جب وہاں کا محاورہ سمجھ میں آیا تو پھر تعجب دور ہوا۔)

جس سال میں پڑھنے کے لیے گیا، استاذ جی کی طبیعت بہت ناساز تھی اور اسباق بہت مشکل سے چل رہے تھے، سبق کبھی ہوتا کبھی نہیں، بسا اوقات ایک ایک ہفتہ بھی سبق نہ ہوسکتا۔ اس لئے پورے سال میں صرف تین مقامات پر ''خرمے'' کے انعام کا اعلان ہوا، ایک مرتبہ مجھے بھی ''خرما'' حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا جبکہ دوسری مرتبہ کافی حد تک مقام حل کر لینے کے باوجود بھی استاذ جی کے ایک سوال میں پھنس جانے کی وجہ سے ''خرمے'' سے محروم رہا۔ استاذ جی سالانہ تعطیلات کے دوران کراچی میں دورۂ میراث بھی پڑھاتے تھے، بندہ کو اس میں شرکت کا شرف حاصل نہیں ہوسکا، اس میں استاذ جی نے ایک میراث کے سوال کے بارے میں چیلنج کر رکھا تھا کہ ''جو کوئی اسے حل کرے گا اسے ایک پاپا (رس) اور ایک چائے کا پیالہ انعام میں دوں گا'' استاذ جی خود فرماتے تھے کہ غالباً تیس سال میں صرف ایک طالب علم نے یہ انعام حاصل کیا۔

استاذ جی کے اس طریقۂ تعلیم کی بدولت طلبہ کرام کو درجہ بدرجہ ترقی حاصل ہوتی گئی، سال کے شروع میں محض دو تین سطر سبق ہوتا تھا اور سال کے آخر میں تو طلبہ کرام خود ہی عبارت پڑھتے، ترجمہ وتشریح کرتے اور پندرہ پندرہ بیس بیس صفحات خود ہی پڑھتے چلے جاتے، استاذ جی تقریباً خاموش ہی رہتے۔

سبق کے دوران استاذ جی طلبہ کی ذہنی سطح کا خاص خیال رکھتے، اناڑی طالب علم پر زیادہ روک ٹوک نہ کرتے، شروع شروع میں طالب کو زیادہ تر عبارت پڑھنے دیتے اور پھر بعد میں اس سے پوچھ پاچھ کرتے، بعض طلبہ جو بہت ہی کند ذہن تھے، ان کی بالکل بھی غلطی نہیں نکالتے تھے۔ کبھی کبھی ان کی غلط سلط عبارت پر منہ نیچے کر کے ہنستے رہتے تھے لیکن کہتے کچھ نہیں تھے، البتہ کچھ نہ کچھ قواعد یاد کروا کر ان کا اجراء کرواتے رہتے تھے۔ ایسے طلبہ وہ ہوتے تھے جن کی ابتداء ہی سے تعلیم بہت کمزور ہوتی اور اب وہ محنت بھی نہیں کرتے تھے۔ مگر ایسے طلبہ بھی استاذ جی کی شاگردی میں مکمل محروم نہیں رہتے تھے۔

استاذ جی کا انداز تربیت:

تعلیم کے ساتھ ساتھ استاذ جی تربیت پر بھی بہت زور دیتے تھے، خود بھی باجماعت نماز اور تہجد وغیرہ کے سختی سے پابند تھے اور طلبہ پر بھی اس حوالے سے کڑی نگاہ رکھتے تھے۔ اذان کے بعد کسی طالب علم کو کمرے

میں رہنے کی قطعاً اجازت نہ تھی، استاذ جی خود وضو کر کے ہر کمرے میں تشریف لاتے اور زور سے دروازہ کھولتے، جو طالب ابھی تک کمرے میں ہوتا اس سے باز پرس کرتے۔ تنبیہ کرنے کا استاذ جی کا انداز یہ تھا کہ دھمکیاں بہت دیتے تھے، مارتے بہت کم تھے۔ جو طالب علم اذان کے بعد یا سبق کے وقت سویا ہوا ہوتا، اس کی رضائی اتار کر باہر چمن میں ڈال دیتے۔ سبق کے دوران جس سے کوئی غلطی ہوتی اس کی ٹوپی اڑا دیتے۔ ''ٹوپی اڑانا'' استاذ جی کا ایک خاص محاورہ تھا اور عملی صورت اس کی یہ تھی کہ جب کوئی طالب علم دوران سبق کوئی غلطی کرتا تو استاذ جی کے حکم پر اس کی ٹوپی اتار کر جماعت کے درمیان میں ڈال دی جاتی تھی، جماعت ایک دائرہ نما صورت میں لگتی تھی، یعنی ایک طرف استاذ جی تشریف رکھتے اور تینوں طرف طلبہ کی پھٹیاں ہوتیں۔ ہر سبق میں تین چار ٹوپیوں کو ''اڑا'' دیا جاتا جنہیں ٹوپیوں کے مالکان سبق کے بعد دوبارہ اٹھا کر سر پر رکھ لیتے۔

بندہ ناچیز پر استاذ جی کی چند شفقتیں:

یوں تو استاذ جی کی ذات گرامی تمام ہی طلبہ کیلئے بے حد شفیق تھی لیکن بندہ پر خاص طور پر استاذین کریمین (استاذ جی حافظ صاحب اور استاذ جی نعمانی صاحب) کی مہربانیوں کا سحاب کرم سارا سال برستا رہا۔ حضرت استاذ جی حافظ صاحبؒ کے سبق میں بندہ اور حضرت استاذ جی ایک ہی پھٹی پر بیٹھتے اور ایک ہی کتاب سامنے رکھتے۔ استاذ جی عبارت کی تشریح کرتے تو مجھے پوری طرح چوکنا ہو کر بیٹھنا ہوتا تھا، جونہی استاذ جی خاموش ہوتے، فوراً اسی جگہ سے عبارت شروع کرنی ہوتی جہاں سے چھوٹی تھی، ہر سبق میں ایک طالب علم کی یہی ڈیوٹی ہوتی تھی اور عبارت شروع کرنے میں ذرا سی تاخیر کرنے یا ادھر ادھر عبارت تلاش کرنے پر استاذ جی تھپڑ لگا دیا کرتے تھے، بندہ کو بھی ایک مرتبہ لگنے لگا تھا، مگر لگا نہیں۔ شروع سال میں استاذ جی نے بندہ کو جو کہا تھا تمام سال اس پر قائم رہے، پہلے سب ساتھیوں سے تھوڑی تھوڑی عبارت سنتے، جرح کرتے، جب تھک جاتے تو پھر بندہ کو اشارہ فرماتے اور بندہ جہاں تک استاذ جی کی مرضی ہوتی وہاں تک عبارت پڑھ دیتا۔

استاذ جی صفائی اور طہارت کا بے حد خیال رکھتے تھے، لہٰذا استاذ جی کے کپڑے دھونے کی ایک دو طالب علموں کے علاوہ کسی کو اجازت نہیں تھی۔ بندہ کو بہت شوق ہوا تو پرانے خادموں سے استاذ جی کے مزاج کے مطابق کپڑے دھونے کا پورا طریقہ سیکھ کر استاذ جی سے اجازت لی تو استاذ جی نے شفقت فرماتے ہوئے اجازت مرحمت فرما دی مگر خود کھڑے ہو کر دیکھتے رہے کہ میں پاکی ناپاکی کا خیال رکھتا ہوں یا نہیں، جب تسلی ہو گئی تب اجازت برقرار رکھی۔ یوں کئی مرتبہ اس خدمت کی سعادت بندہ کو حاصل ہوئی۔ استاذ جی کے خاص خادم بھائی عبدالوہاب صاحب بہت خوش قسمت انسان تھے۔ بہت کم گو، شرمیلے، درویش صفت اور متواضع شخص تھے۔ استاذ جی کی خدمت کی خوب سعادت حاصل کی۔ اللہ جل شانہ ان کو بہت جزائے خیر عطا فرمائیں۔

ہنگامی طور پر مدرسہ سے واپسی:

روز و شب یونہی بڑے مزے سے گذر رہے تھے، سال کے اختتام میں ابھی کچھ عرصہ باقی تھا کہ اچانک بندہ کے جد امجد، مرشد و مربی اور محسن، امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کے انتقال کا جانکاہ حادثہ پیش آ گیا۔ رات تین بجے اطلاع ملی، کمرے کے ساتھیوں کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور اسی حالت میں افتاں و خیزاں سامان باندھ کر بادیدۂ گریاں گوجرانوالہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ حضرت دادا جانؒ کے جنازے میں شرکت کے بعد کچھ دن کے لیے وہاں ٹھہرا تو پھر بعض اعذار کی بناء پر ایسا ٹھہرا کہ دوبارہ مدرسے ہی نہ جا سکا۔ اسباق قریب الاختتام تھے، استاذ جی حافظ صاحبؒ کو فون پر اپنا عذر بتایا تو استاذ جی نے بھی اجازت مرحمت فرما دی۔ یوں تمام محبت کرنے والے ساتھیوں اور اساتذہ کرام سے ناگہانی طور پر عارضی رخصت، طویل جدائی میں تبدیل ہو گئی۔ تمام سال اکٹھے رہنے والے دوست جدائی کے وقت ایک دوسرے کو الوداع بھی نہ کہہ سکے۔ جہاں جہاں بھی ہیں، اللہ جل شانہ ہر ایک کو اپنی جگہ پر خوش رکھیں اور دین کی خدمت کیلئے قبول فرمائیں۔

استاذ جی کا انتقال:

حضرت دادا جان کے انتقال کے حادثے کو چند ہی ماہ گذرے تھے، رمضان کے مہینے کا آخری عشرہ تھا اور بندہ اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک استاذ جی حافظ صاحب کے انتقال کی خبر سے بجلی سی گر پڑی، استاذ جی کا انتقال کراچی میں ہوا تھا اور جنازہ ظاہر پیر (رحیم یار خان) میں ہونا تھا۔ اگر بندہ اعتکاف میں نہ ہوتا تو جنازے میں پہنچ سکتا تھا، مگر اعتکاف کی وجہ سے جنازے میں شرکت سے بھی محروم رہا۔ استاذ جی کی شفقتوں اور مہربانیوں کو یاد کرتا اور استاذ جی کیلئے دعا اور ایصال ثواب کرتا رہا۔

رمضان کے بعد نیا سال شروع ہونے پر بندہ نے ''مظاہر العلوم'' گوجرانوالہ میں تکملہ کی خاطر داخلہ لیا۔ جب استاذِ محترم مولانا داؤد صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضری ہوئی تو استاذ جی نے بتایا کہ ''میں چھٹیوں کے دوران کراچی گیا ہوا تھا اور وہاں استاذ محترم حافظ عبد الکریم صاحب سے ملاقات ہوئی تھی، انہوں نے مجھے کہا تھا کہ جب آپ گوجرانوالہ واپس جائیں تو وہاں احسن کو جا کر ضرور میرا سلام دیں، اب استاذ جی کا تو انتقال ہو چکا ہے لیکن ان کا سلام میرے پاس امانت ہے، وہ آپ کو پہنچاتا ہوں'' استاذ جی کے انتقال کے بعد ان کا یہ شفقت نامہ ملا تو بہت عجیب حالت ہوئی اور بے اختیار آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اللہ جل شانہ استاذ جی کو بہت جزائے خیر عطا فرمائیں اور ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین

☆......☆......☆......☆

مجالسِ حضرت نعمانی مدظلہم

حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کے تلمیذِ رشید، یادگارِ اسلاف،
جامع المعقول والمنقول، شیخ التفسیر والحدیث، استاذ العلماء، استاذِ محترم
حضرت مولانا منظور احمد نعمانی دامت برکاتہم العالیہ کی حسین مجالس کا تذکرہ

دورانِ سبق یا نجی مجالس میں استاذِ محترم جو گفتگو فرمایا کرتے تھے، بندہ ناچیز چیدہ چیدہ باتیں اشارات کی صورت میں اور بعض مکمل لکھ لیا کرتا تھا، جو بحمداللہ محفوظ ہیں۔ انہی یادداشتوں کی مدد سے چند منتشر باتیں درج کی جاتی ہیں۔ان میں زیادہ تر استاذِ محترم کے ملفوظات ہیں۔

......فرمایا: عقیدہ کی مثال درخت کی جڑ اور تنے کی سی ہے، جبکہ اعمال کی مثال پتوں اور پھل پھول کی سی ہے۔

......فرمایا: حقیقی اہل سنت ہم ہیں، اپنے آپ کو ''اہل سنت'' کہا کرو، بریلوی تو اہل بدعت ہیں، ان کو اہلِ سنت کہنا ہی گناہ ہے۔

......فرمایا: حضرت شہید اسلام (مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید) رحمہ اللہ خود بھی فتنوں سے خبردار رہتے تھے اور لوگوں کو بھی خبردار کرتے تھے، اب میں اُن کا بھائی ہوں، ان شاءاللہ فتنوں کو پنپنے نہیں دیا جائے گا۔ آپ میں سے کسی کے علاقے میں بھی کوئی فتنہ ہو تو بتایا کرے تاکہ اس کا بروقت علاج کر کے لوگوں کے دین وایمان کی حفاظت کی جا سکے۔

......فرمایا: آج کل حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا فرمان بہت یاد آتا ہے، حضرت فرمایا کرتے تھے: اللہ والے جس راستے سے گزرتے ہیں، شیطان کو گویا جوتے مارتے جاتے ہیں، شیطان کہتا ہے: مارلو! مارلو! تم مرجاؤ گے، میں تمہاری اولاد سے بدلہ لوں گا۔ امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے ساری زندگی ملحدین کے خلاف کام کیا، اب اُن کے پوتے عمار ناصر کے ذریعے شیطان اُن سے بدلہ لے رہا ہے۔

......فرمایا: دلائل ہمارے ہتھیار ہیں، مدارس میں اپنے عقائد ومسائل اور اُن کے دلائل اور باطل فتنوں کے اعتراضات واُن کے مدلل جوابات کا پڑھنا پڑھانا بہت ضروری ہے۔ عقائد حقہ کے دلائل اور

باطل فرقوں کے اعتراضات کے جوابات یہ ہمارا ہتھیار ہیں، لیکن ہتھیار کے استعمال کے لیے جرأت وحکمت دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے استعمال ضرور کرو لیکن سوچ سمجھ کر موقع محل دیکھ کر استعمال کیا کرو۔ بعض اوقات دشمن خوامخواہ لڑانے کی کوشش کرتا ہے۔......ایک علاقے کا افسر انگریز تھا، اس نے وہاں کے مقامی دیوبندی عالم کو بلا کر کہا کہ: بریلوی اور شیعہ دونوں نے سارے دین کا حلیہ بگاڑ رکھا ہے، ان کی خوب خوب مخالفت کرو، اور پرواہ نہیں کرنا، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ وہ عالم دوسرے دن کسی کام سے اُس انگریز کے دفتر کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ ایک بریلوی مولوی وہاں موجود ہے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اسی افسر نے بریلوی کو کہہ رکھا تھا کہ: وھابی (دیوبندی) گستاخِ رسول ہیں، ان کی خوب مخالفت کرو اور اُس کو باقاعدہ اس کام کا معاوضہ اور وظیفہ دیتا تھا۔......اس لیے میں کہتا ہوں باطل کی تردید ضرور کرو، عوام کو حق سمجھاؤ، لیکن حکمت اور جرأت سے۔ (کسی کے ہاتھوں استعمال ہو کر نہیں۔)

......فرمایا: باطل سے اختلاف دلائل سے کرو، اگر برائی کو ہاتھ سے روکنے کی طاقت ہے تو روکو، ورنہ زبان سے روکو، لیکن گالم گلوچ اور برا بھلا مت کہو۔ ہمارے کسی جذباتی ساتھی نے ایک بیت الخلاء میں ''خمینی ہاؤس'' لکھا دیا تو کسی رافضی نے آکر وہاں ''درخواستی ہاؤس'' لکھ دیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)۔

☆......فرمایا: ایک مرتبہ شیعہ وسنی کے مابین مناظرہ ہو رہا تھا، شیعہ مناظر کہنے لگا: تمام رسول شیعوں میں آئے تھے۔ قرآن خود کہتا ہے: ''ولقد ارسلنامن قبلك فی شیع الاولین''۔ سنی مناظر نے جواب میں کہا کہ: اگر تمہاری یہ بات تسلیم کرلی جائے تو اُن قوموں نے بھی اپنے نبیوں کو تکلیفیں دیں اور ایذائیں پہنچائیں، تم نے بھی یہی کام کیا۔ وہ پہلے شیعہ تھے اور تم اب کے شیعہ ہو۔ اس پر شیعہ مناظر لاجواب ہو گیا۔

......فرمایا: ایک بوڑھا شیعہ میرا شاگرد تھا، میں نے پوچھا کہ: تمہارا مذہب کیا ہے؟ کہنے لگا کہ: کربلا کے شہید ہم سب کی طرف سے کفارہ بن گئے ہیں۔ اس لیے ہم جو کچھ بھی کریں سیدھے جنت میں جائیں گے۔ میں نے کہا: یہی عقیدہ تو عیسائیوں کا ہے، پھر تم میں اور ان میں فرق کیا ہوا؟ تو خاموش ہو گیا۔

......فرمایا: ظاہر پیر میں شیعوں کا جلسہ تھا، ہم نے کہا: یہ صحابہ کرام کو بھونکتے ہیں، ان کا جلسہ نہیں ہونے دیں گے، ہم نے زبردستی روک دیا، انہوں نے کافی بھاگ دوڑ کی، ہمارے علاقے کے ایک وزیر صاحب سے بھی ملے، انہوں نے کہا: اگر میں اجازت دے دوں تو مولوی منظور میری بھی پٹائی کروائے گا۔ پھر انہوں نے ایک سیاسی مولوی کے ذریعے سفارش کرائی، میں نے اس عالم کو کہا: تمہیں شرم آنی چاہیے، تم عالم دین ہو کر رافضیوں کے جلسے کی سفارش کرتے ہو؟ خبردار جو اَب نام لیا، ہڈی پسلی ایک کر دوں گا۔ اس پر وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

☆......فرمایا: سرسید احمد خان، محمد حسین بٹالوی، خان احمد رضا خان وغیرہ کا پورا گروپ تھا جنہوں نے علماء دیوبند حضرت حاجی صاحبؒ، حافظ ضامن شہیدؒ، حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے مقابلہ میں انگریز کی حمایت کی اور ہندوستان کو ''دارالاسلام'' قرار دیا۔

......فرمایا: نیچری فرقہ کے بانی سرسید احمد خان کی انگریز سے بہت گہری دوستی تھی، انگریز کی بہت تعریفیں کرتا تھا، اور دلیل قرآن سے دیتا تھا، کہتا تھا: "لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیھود والذین اشرکوا"[الآیۃ] حالانکہ اس میں تین عدد اسباب کا ذکر ہے، جو انگریز خبیثوں میں نہیں پائے جاتے۔

......فرمایا: تفسیر منار والا (محمد عبدہ) زندیق تھا، کہتا ہے: عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں، ان کی قبر سرینگر میں ہے۔ اور حوالے کے طور پر کہا کہ: ہندوستان کے بہت بڑے عالم مرزا غلام قادیانی نے اپنی کتاب میں یہی لکھا ہے۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) میں نے ایک مرتبہ مولانا تقی عثمانی صاحب سے پوچھا کہ: مولانا! آپ اسے (تفسیر منار والے کو) کیا سمجھتے ہیں؟ یہ کون تھا؟ کیا تھا؟ میں تو اسے ملحد سمجھتا ہوں، تو مولانا ہنس پڑے اور فرمایا: آپ کی بات ٹھیک ہے، تحقیق ہو چکی ہے کہ وہ یہود کا ایجنٹ تھا۔

......فرمایا: ایک منکر حدیث جو بزرگوں کا گستاخ تھا، اس سے میری بات ہوئی، میں نے کہا: تم کس چیز کو مانتے ہو؟ کہنے لگا: قرآن کو۔ میں نے کہا: قرآن تم پر نازل ہوا ہے یا تمہارے ابا پر؟ کہنے لگا: حضورؐ پر، میں نے کہا: تم نے حضور کو دیکھا ہے؟ کہنے لگا: نہیں! میں نے کہا: پھر تم تک کیسے پہنچا؟ تو خاموش ہوگیا۔ میں نے کہا: علماء امت اور سب بزرگوں کو تو تم کافر کہتے ہو، اگر یہ سب کافر ہیں تو پھر قرآن کہاں سے لوگے؟

......فرمایا: ہم مودودی کو علامہ نہیں مانتے، وہ مسٹر تھا، اگرچہ ذہین آدمی تھا، لیکن باقاعدہ عالم نہیں تھا۔ اس نے رفعِ طور کا بھی انکار کیا ہے۔

......فرمایا: ایک مرتبہ حضرت درخواستی رحمہ اللہ کو پتہ چلا کہ حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی صاحبؒ نے کسی مودودی کے کہنے پر بعض طلباء کو مدرسہ سے خارج کر دیا ہے، تو حضرت درخواستی سخت ناراض ہوگئے اور سالانہ جلسہ میں شرکت سے بھی انکار کر دیا۔ حضرت گمانوی نے کافی کوشش کی، لیکن حضرت درخواستیؒ نہ مانے، پھر حضرت گمانویؒ نے مجھے بھیجا، میں نے جا کر صورتحال بتائی اور منایا تو بڑی مشکل سے راضی ہوئے اور تشریف لائے۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ بعض دیوبندی طلباء نے ایک مودودی طالب علم کو زد و کوب کیا، خوب مارا، زبردست پٹائی کی، حضرت گمانویؒ کو پتا چلا تو پٹائی کرنے والوں کا اخراج کر دیا۔ یہ اخراج بدنظمی، لڑائی اور زد و کوب کرنے کی وجہ سے تھا، نہ کہ مودودی کے کہنے کی وجہ سے۔

......فرمایا: ایک طالب علم کہنے لگا کہ: ہمارے استاذ بڑے ''محقق'' ہیں، ایسی تحقیق کرتے ہیں کہ

اگلے پچھلے تمام علماء کو رگڑ دیتے ہیں، سب کی تردید کرتے ہیں، عجیب عجیب مسائل بیان کرتے ہیں، ایسے ایسے کہ جو کبھی سننے میں نہیں آئے۔ میں نے کہا: وہ محقق نہیں ''ملحد'' ہیں۔ جو سب کو چھوڑ کر اپنی بات کرتے ہیں۔ ہم تو اپنے اکابر کے متبع اور غلام ہیں۔ میں تفسیریں تو بہت دیکھتا ہوں، لیکن مانتا اپنے اکابر دیوبند کی ہوں۔ معارف القرآن دونوں، تفسیر عثمانی، بیان القرآن وغیرہ۔

☆......فرمایا: مشرک کی مثال کنجری عورت جیسی ہے جو ایک خاوند پہ اکتفا نہیں کرتی، اس کے بہت یار ہوتے ہیں، اسی طرح، مشرک ایک خدا پہ اکتفا نہیں کرتا، بہت سوں کی پوجا کرتا ہے۔

......فرمایا: عیسائی کہتے ہیں کہ: خدا عیسیٰ کی شکل میں آیا۔ جبکہ بریلوی کہتے ہیں: محمد مصطفیٰ کی شکل میں آیا۔ فرق کیا رہا؟ بریلوی کہتے ہیں:

جو مستویٰ تھا عرش پہ خدا ہو کر   اُتر آیا زمیں پر وہ مصطفیٰ ہو کر

......فرمایا: سلیمان علیہ السلام کا ہدہد بھی وہابی (دیوبندی) تھا۔ پکا مؤحد تھا۔ نبی کو عالم الغیب نہیں سمجھتا تھا۔ اسی لیے تو اس نے کہا تھا: ''احط بما لم تحط به'' ()

فرمایا: بدعتی کہتے ہیں: شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کسی بات پر اللہ سے ناراض ہو گئے تو غصہ میں آ کر اللہ تعالیٰ سے کہنے لگے: اے لے جبہ! اے لے قبہ!۔ (نعوذ باللہ)، حالانکہ حضرت پیرانِ پیر جیلانی رحمہ اللہ تو اللہ تعالیٰ کے اتنے عاجز و مسکین بندے تھے کہ اپنی جبینِ نیاز خدا کے سامنے جھکا کر رو رو کر دعا کرتے کہ: یا اللہ میرے گناہ بخش دے، اگر میں اس قابل نہیں تو قیامت کے دن مجھے اندھا کر کے اٹھانا، تاکہ شرمساری نہ ہو۔

......فرمایا: شیخ جیلانی رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: اے بیٹے! جب بھی تو مدد مانگے تو صرف اللہ سے مانگنا۔ جبکہ آج کا بدعتی نام اُن کا لیتا ہے اور مدد غیر اللہ سے مانگتا ہے۔

......فرمایا: ہمارے بڑے بڑے بزرگوں کے نام اُن کے والدین نے رکھے تھے، مشرکین نے نام بدل کر شرکیہ نام رکھ دیئے۔ مثلاً:

حضرت علی ہجویریؒ	کا نام	داتا گنج بخش رکھ دیا
حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ	کا نام	خواجہ غریب نواز
شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	کا نام	پیر دستگیر۔

......فرمایا: قرآن میں ''انی خالق بشرًا من طین'' ہے، ''انی خالق بشرًا من نور'' نہیں ہے۔ ایک بریلوی نے خلط ملط کیا، کہنے لگا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر تو ہیں، مگر نُوری بشر ہیں، خاکی بشر نہیں۔ اس کی پہلی

بات تو حق ہے کہ حضور بشر ہیں، لیکن دوسری بات باطل، کیونکہ تمام انسان اولادِ آدم ہیں اور آدم ''خاکی بشر'' ہیں۔

......فرمایا: خدا تعالیٰ اَن پڑھ مریدوں سے بچائے، ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہنے لگا: واہ جی واہ، آپ تو مردوں کو بھی زندہ کرتے ہیں۔ میں نے جوتا اتار کے اسے للکارا: (تیری ایسی کی تیسی......!!) کہنے لگا: میں قسم کھاتا ہوں کہ فلاں آدمی دریا میں ڈوب گیا تھا، آپ کا تعویذ ڈالا تو کلمہ پڑھتے ہوئے زندہ ہو کر نکل آیا۔ میں کہا: کیا جھوٹ بکتے ہو، کوئی بات ہی نہیں ہوئی، چلو بھاگو یہاں سے ورنہ لتریشن کروں گا اور پھر ادھر نہ آنا۔

......فرمایا: ایک بریلوی کے ساتھ میرا مناظرہ ہوا، میں نے کہا کہ: نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں نہ کوئی اور نبی اور نہ ہی کوئی ولی۔ تو فٹ سے کہنے لگا: میرا تو آپ کے بارے میں یہ یقین ہے کہ آپ بھی عالم الغیب ہیں۔ سبحان اللہ!!

......فرمایا: ایک جاہل دیہاتی کہنے لگا: قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے، دلیل ''واذا القبور بعثرت'' ۔ (''بعثرت'' کو اردو کا لفظ ''بوسہ'' قرار دیکر دلیل بنالی۔)

......فرمایا: ایک بدعتی میرے بارے میں کہنے لگا کہ: مولوی منظور کی مسجد میں نماز جائز نہیں۔ دلیل یہ دی کہ: ایک سینگ والے بیل کی قربانی جائز نہیں ہوتی اور مولوی منظور کی مسجد کا ایک مینار ہے۔

......فرمایا: ایک بدعتی نے مجھے بتایا کہ: میں گاؤں کے چوہدریوں کی طرف سے بھی نماز پڑھتا ہوں، تنخواہ مل جاتی ہے۔

......فرمایا: عبد النبی، عبد المصطفیٰ اور عبد الرسول وغیرہ نام رکھنا ناجائز اور حرام ہے، خود قرآن کہہ رہا ہے: ''ماکان لبشر ان یوتیه الله الکتاب والحکم والنبوة ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون الله''۔

......فرمایا: ''ولکن [یقول] کونوا ربّٰنیین'' لیکن وہ رسول کہتا ہے کہ: ''وہابی'' ہو جاؤ! اللہ والے بن جاؤ!

......سورۃ النساء آیت ۱۰۵ کی تشریح کے دوران فرمایا: بریلویوں سے سوال ہے کہ: بشر نامی منافق نے جب چوری کی اور لوگوں نے اس کی صفائی دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ فرمادیا کہ میں حاضر ناظر تھا، سب دیکھ رہا تھا، میں عالم الغیب ہوں، مجھے معلوم ہے؟؟

......فرمایا: جب ابتدا میں مَیں نے توحید کا کام شروع کیا تو میری قوم مخالف ہوگئی، مجھے پتھر مارتے تھے، اور جب میں گزرتا تو مجھے دیکھ کر ڈاڑھی کا مذاق اڑاتے ہوئے (نعوذ باللہ) کہتے تھے: بھیڑیا آ گیا، بھیڑیا آ گیا، بکری کو لے کے جا رہا ہے۔ لیکن میں نے صبر اور حکمت سے کام لیا۔ آج الحمد للہ بے شمار لوگ

دین دار ہیں، ڈاڑھیوں والے ہیں اور اب تو قوم والے مجھے اپنا سردار مانتے ہیں۔ ابتدا میں اہل حق کے لیے مشکلات آتی ہیں، صبر اور حکمت سے کام لینا چاہیے۔

......فرمایا: میری برادری کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگوں اوباش قسم کے نوجوانوں نے بھی مجھے بھیڑیا کہنا شروع کر دیا، مجھے کچھ کہتے تو اور بات تھی، ڈاڑھی کا مذاق اڑاتے اور توہین کرتے تھے، ایک دوبار تو میں خاموش رہا، پھر ایک نوجوان نے کہا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور اس کی خوب پٹائی کی، اس کی قوم والے سارے دیکھ رہے تھے، لیکن کمزور قوم ہونے کی بنا پر مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکے اور نہ اس کو چھڑانے آئے۔ اس ایک کی پٹائی ہوئی تو پھر سب باز آ گئے۔

......فرمایا: میں نے جب اپنے گاؤں میں پہلی پہلی تقریر کی تو میری ہی برادری کے ایک آدمی نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کے مجھے دے مارا، اگر چہ مجھے لگا تو نہیں، کسی اور بے چارے کے جا لگا، لیکن اس نے اپنا کام دکھا دیا۔ چند دن بعد اسی آدمی کی بیوی فوت ہو گئی تو میں تعزیت کے لیے اس کے گھر چلا گیا، یہ دیکھ کر وہ سب شرمندہ ہوئے، اس کے باپ نے اپنی پگڑی میرے قدموں میں رکھ دی اور معافی مانگی۔

......فرمایا: ابتدا میں جب میں نے بدعتیوں کی تردید شروع کی تو چچا زاد بھائیوں نے مشہور کر دیا کہ یہ پیروں کی مخالفت کرتا ہے، ان کی بددعا سے پاگل ہو گیا ہے۔ میں تبلیغ بھی کرتا تھا، توحید کی دعوت بھی دیتا تھا، پڑھاتا بھی تھا اور دوکان بھی چلاتا تھا۔ ایک دن ایک بڑھیا آئی، سودا لیا، پھر غور سے مجھے دیکھنے لگی، پھر کہنے لگی: بیٹا! ٹھیک ہو گئے ہو ناں؟ کسی سے علاج کروایا ہے؟......یعنی سب کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ یہ واقعی پاگل ہو گیا ہے۔

......فرمایا: ابتدائی زمانے کی مشکلات صبر و حکمت سے برداشت کرنے کا نتیجہ ہے کہ آج اللہ کے فضل و کرم سے مشکل وقت میں برادری ساتھ دیتی ہے۔ حتیٰ کہ جب میں حکومت کے خلاف جلوس کا اعلان کرتا ہوں تو میری برادری کے بدعتی بھی آ جاتے ہیں۔ ختم نبوت کا جلوس ہو تو بھی بدعتی آ جاتے ہیں۔

☆......فرمایا: ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک فرشتوں کے ذریعہ درود پہنچایا جاتا ہے، اس نیت اور اس عقیدہ کے ساتھ ''الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ'' پڑھنا بھی فی نفسہ تو جائز اور درست ہے، جیسے خط وغیرہ میں خطاب کے صیغے لکھے جاتے ہیں، لیکن تشبہ کی وجہ سے جائز نہیں۔ بدعتیوں اور مشرکوں سے مشابہت ہو جائے گی۔ ایسے الفاظ کا استعمال جن سے ملحد، بدعتی یا بے دین لوگ دلیل پکڑیں درست نہیں۔

......فرمایا: شہید کی برزخی حیات کا اثر دنیا میں نہیں ہوتا، اس لیے اس کی بیوہ سے نکاح درست ہے،

لیکن انبیاء کی حیات اس قدر اعلیٰ ہے کہ اس کا اثر دنیا میں بھی رہتا ہے، اس لیے نہ وراثت جاری ہوتی ہے اور نہ اُن کی ازواج سے نکاح جائز ہوتا ہے۔

......فرمایا: سماع وحیات کے منکرین ویتبع غیر سبیل المؤمنین کے مصداق ہیں۔ من شَذَّ شُذَّ فِی النَّار.

......فرمایا: مماتی دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک جو سماع عند القبر اور استشفاع دونوں کے منکر ہوتے ہیں۔ [۲] جو سماع کے تو دبے دبے قائل ہو جاتے ہیں، لیکن استشفاع نہیں مانتے۔ اسے غلط کہتے ہیں۔

......فرمایا: ایک مماتی مفتی صاحب سے میں نے پوچھا کہ آپ فتوے فتاویٰ کی کس کتاب سے دیتے ہیں؟ کہنے لگا: فتاویٰ دار العلوم دیوبند سے! میں نے کہا مسائل میں دار العلوم دیوبند پر اعتماد ہے تو عقائد (سماع واستشفاع) میں اُن پر کیوں نہیں اعتماد کرتے؟ تو لا جواب ہو کر خاموش ہو گئے۔

......فرمایا: عنایت اللہ شاہ بخاری کو اگر میں گستاخ کہوں تو صحیح ہوگا، کیونکہ اس نے حضرت جالندھری رحمہ اللہ کو تھپڑ مارا تھا۔ یہ مماتی بڑے گستاخ لوگ ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ ہیں تو ہمارے بزرگوں کے بدرجہ اولیٰ گستاخ ہوں گے۔ رحیم یار خان کے مدرسہ بدر العلوم کے بدبختوں نے مولانا الیاس گھمن کے خلاف سازش کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے مولانا کو بچا لیا۔

......فرمایا: مولانا عبد الغنی جاجروی میرے استاذ تھے، لیکن میں کبھی بھی اپنے اساتذہ واکابر میں اُن کا تذکرہ نہیں کرتا کہ کہیں اُن کے غلط عقیدے کی تائید نہ ہو جائے۔

......فرمایا: مولانا عبد الغنی جاجروی کے بیٹے اُن کی سوانح لکھ رہے تھے، میرے پاس آئے کہ آپ اُن کے شاگرد ہیں، آپ بھی مضمون لکھ دیں۔ میں نے اُن کو لکھ کر دیا کہ:

> ''مولانا عبد الغنی جاجروی پہلے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے مرید تھے، پتہ نہیں اُن سے کیا بدظنی ہوئی، بیعت توڑ کر حضرت ہالیجوی رحمہ اللہ سے بیعت ہو گئے۔ حضرت لاہوری اور حضرت ہالیجوی رحمہما اللہ دونوں بزرگ حیات النبی کے قائل تھے اور میں بھی اسی صحیح اور حق عقیدہ پر قائم ہوں۔''

......فرمایا: عنایت اللہ شاہ اور مولانا غلام اللہ خانؒ بھی حضرت ہالیجوی کی خدمت میں جایا کرتے تھے، حضرت کے شجرہ میں ''الٰہی بحرمت فلاں، الٰہی بحرمت فلاں'' لکھا ہوا ہے۔ ہمارے دادا استاذ مولانا حسین علی رحمہ اللہ کتاب 'تحفہ ابراہیمیہ'' میں بھی شجرہ اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ ہمارے تمام اکابر کے ہاں نیک اعمال کی طرح نیک لوگوں کا وسیلہ بھی جائز ہے، جب کہ مماتی اسے شرک کہتے ہیں۔ گویا تمام اکابر کو مشرک کہتے ہیں۔

میری عادت ہے کہ: تلاوت وغیرہ کے بعد قبولیت کے لیے ضرور نبی کریم کا وسیلہ پکڑتا ہوں، اور پہلے اُن کو ہی ایصال ثواب کرتا ہوں۔ الحمد للہ کسی بھی دُعا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بھولتا۔

......فرمایا: مولانا مکی حجازی صاحب پر ایک مقدمہ تھا، مدینہ شریف گئے تو شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ سے مقدمہ کے سلسلہ میں دعا کی درخواست کی، تو حضرتؒ نے فرمایا: مکی! بڑے عجیب آدمی ہو! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کے باوجود مجھے سے دعا کا کہتے ہو؟ جاؤ! روضہ مبارک پر جا کر میرا سلام بھی عرض کرواور اپنے لیے دعا کی درخواست بھی کرو۔ مکی صاحب فرماتے ہیں کہ: میں گیا، دعا کی درخواست کی، حضرت کا سلام بھی عرض کیا، بمشکل تین یا چار دن گزرے ہوں گے کہ پاکستان سے فون آ گیا کہ مقدمہ ختم ہو گیا ہے۔ آپ کو عدالت نے بَری کر دیا ہے۔

......فرمایا: میں کراچی میں جب حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے مزار پہ حاضری دیتا ہوں تو عرض کرتا ہوں: حضرت! میں آپ کا شاگرد ہوں۔ اگرچہ میں نے آپ سے براہِ راست تو فیض حاصل نہیں کیا، لیکن آپ کی ''تفسیر عثمانی'' روز دیکھتا ہوں۔

......فرمایا: ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں مَیں نے چند نوجوانوں سے پوچھا کہ: أین جنة المَعْلیٰ۔ یہ لفظ جنة المَعْلیٰ ہے، جنة المُعَلیٰ نہیں۔ کہنے لگے: "الجنة فوق"، جنت تو اوپر (علیین) میں ہے۔ میں نے فوراً کہا: "قبرالمؤمن روضة من رياض الجنة،قال النبی: القبر روضة من رياض الجنة......"، یہ سنتے ہی کہنے لگے: "مرحبا يا شيخ مرحبا"۔

فرمایا: مدینہ طیبہ میں ہم احد پہاڑ کی زیارت کر رہے تھے، وہاں کے چند لڑکوں نے ہمیں بدعتی سمجھ کر زور زور سے کہنا شروع کر دیا: بدعة، بدعة، بدعة۔ میں نے کہا: "لسنا بمبتدعين، نحن مؤحدون، قال النبی صلی الله عليه وسلم: هذا أحد يحبنا و نحبه"۔ تو خاموش ہو کر چلے گئے۔

☆......فرمایا: پتہ نہیں ہمارے غیر مقلد بھائیوں کو کیا ہے، بات سمجھتے ہی نہیں۔ دیکھو! جمعہ میں خطبہ لازمی ہے، بغیر خطبہ کے جمعہ ہوتا ہی نہیں، لیکن سب لوگ تو خطبہ نہیں پڑھتے، صرف امام پڑھتا ہے جو سب کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے، اسی طرح فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، لیکن جماعت کی نماز میں صرف امام پڑھتا ہے جو سب کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے۔

......فرمایا: سورۃ فاتحہ تو قرآن عظیم ہے۔ غیر مقلد کہتے ہیں: قرآن اس کے بعد شروع ہوتا ہے، حالانکہ یہ قرآن عظیم ہے۔ "ولقد آتينك سبعامن المثانی والقرآن العظيم"۔

......فرمایا: قرآن کہتا ہے: "كمـا آمـن الـنـاس"۔ جب ایمان میں تقلیدِ (صحابہ) لازم ہے تو

اعمال میں کیونکر لازم نہ ہوگی؟

☆......فرمایا: توحید ورسالت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تحریک آزادی چلائی تھی، "فارسل معی بنی اسرائیل"۔ الحمدللہ ہمیں بھی یہ شرف حاصل ہے کہ ہمارے اکابر نے بھی تحریک آزادی چلائی۔

......فرمایا: اللہ کا کرم اور احسان ہے کہ اس نے ہمارا قائد شیخ الہندؒ کو بنایا ہے۔ ان شاء اللہ ہم قیامت کے دن شیخ الہندؒ کے پیچھے جنت میں جائیں گے۔

......فرمایا: ہم شیخ الہندؒ کی روحانی اولاد ہیں، کوئی معمولی بات نہیں، شیخ الہندؒ کے بیٹے بنو، اور شیخ الہندؒ کا بیٹا انگریز کا دشمن ہوتا ہے۔

......فرمایا: انگریزی محاورات تھوک دو، مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے تھے: جس کی شکل، صورت، لباس، گفتگو انگریزوں والی ہو تو سمجھ لو کہ اس کا دل انگریز ہے۔

......فرمایا: مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے: مولوی اگر اپنی اولاد کو مدرسہ کی بجائے کالج میں داخل کرواتا ہے تو گویا زبانِ حال سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ: مَیں نے تو مدرسہ کی تعلیم میں وقت ضائع کر کے اپنی ساری زندگی ضائع کر دی ہے، تمہاری تو ضائع نہ ہو۔ میں تو قرآن وسنت پڑھتا پڑھاتا رہا جو (نعوذ باللہ) فضول کام ہے، تمہیں اچھے راستے پر لگا رہا ہوں۔ جاؤ شاباش کالج جاؤ!

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا　　　　افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

......فرمایا: اعزازی لقب ''ڈاکٹر'' نہیں بلکہ ''مولانا'' ہے۔ ہمارے بعض احساس کمتری کا شکار مولوی صاحبان بھی پی ایچ ڈی کرنے کے بعد اپنے آپ کو ''ڈاکٹر'' کہلاتے ہیں اور اس میں فخر محسوس کرتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے۔ میں نے تحریک چلائی ہوئی ہے کہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے رئیس مولانا عبدالرزاق اسکندر مدظلہم کو ''مولانا عبدالرزاق'' کہا کرو، ''ڈاکٹر'' نہ کہا کرو۔

......فرمایا: میرے برخوردار (حضرت میاں مسعود صاحب دین پوری کے پوتے، میاں زبیر صاحب کے فرزند) میاں سہیل صاحب کا ارادہ تھا کہ انگریزی پڑھ کر پروفیسر بنیں، میں نے ان کو روکا اور کہا کہ: مجھے برداشت نہیں کہ دین پور کا صاحبزادہ ہو اور انگریزی پڑھے، نہ حضرت خلیفہ غلام محمدؒ ڈاکٹر پروفیسر تھے، نہ میاں عبدالہادی صاحبؒ، اب الحمدللہ یہ برخوردار میرے ساتھ رہتا ہے، ان شاء اللہ قیامت کے دن اپنے آباء کے ساتھ جنت میں جائے گا۔

......بندہ ناچیز (خادم اہل سنت حمزہ) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ بچہ بیٹھا ہے مولانا سرفراز خان صفدر کا پوتا، ان شاء اللہ اپنے دادا کے پہلو میں جائے گا۔ اس کا ایک عزیز ہے، کیا ذکر کریں پٹڑی

سے اترا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بھی ہدایت دے۔ آمین

......فرمایا: جو لوگ علماء کی بنسبت ڈاڑھی منڈوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، وہ قرآن کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ ہم جب دیکھتے ہیں کہ کسی دینی جلسہ میں کرسی صدارت پر ڈاڑھی منڈا بیٹھا ہے تو بہت افسوس اور دکھ ہوتا ہے۔ نیک لوگوں کو اعزاز دینا چاہئے۔

☆......فرمایا: ہمارے اکابر جو خانقاہوں میں اللہ اللہ کرتے اور لوگوں سے اللہ اللہ کراتے تھے، وہ مجاہد بھی ہوتے تھے، گویا جہاد و تصوف دونوں کے شہسوار تھے۔

......فرمایا: جہاد دفاعی بھی ہوتا ہے اور اقدامی بھی، سب جانتے ہیں کہ سانپ کو دیکھتے ہی مار دینا چاہیے قبل اس سے کہ وہ کسی کو ڈس لے۔ ہم کفار سے کہتے ہیں کہ: خوشی سے اسلام قبول کرلو تو تم ہمارے بھائی ہو۔ [۲] اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو پھر ماتحت رہو۔ کیوں کہ جہاد کا مقصد تو اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔ [۳] اگر اسلام بھی قبول نہیں کرتے، ماتحتی بھی نہیں مانتے تو معلوم ہوا کہ ایذاء اور نقصان دو گے، لہٰذا ڈسنے سے پہلے مارے جاؤ۔

......فرمایا: جو فرعون کی غلامی میں رہ چکے تھے، ان کی غلامانہ ذہنیت تھی، اس لیے جہاد پر نہیں جاتے تھے، جبکہ نوجوان چلے گئے۔ پاکستان کے بعض بوڑھوں کا ذہن بھی انگریزی غلامی کی وجہ سے غلامانہ ہے، اسی لیے نوجوانوں کو جہاد سے روکتے ہیں۔

......فرمایا: ناپسندیدہ چیز پر خاموش رہنے والا مجاہد نہیں ہوسکتا، جہاد کا معنی ہی یہ ہے کہ: ناپسندیدہ چیز دفع کرنے کے لیے انتہائی کوشش کرنا۔ جو کوشش نہ کرے وہ مجاہد ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے راہنما حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ بہت بڑے مجاہد تھے۔ مفتی محمود صاحبؒ بھی محترم ہیں، لیکن ''مجاہد'' غلام غوث صاحبؒ تھے۔

......فرمایا: جو مجاہدین کے قتل کو جائز کہتے ہیں وہ کافر ہو جاتے ہیں۔ ہمارا تجربہ ہے کہ اللہ والوں اور مجاہدین کو تنگ کرنے اور شہید کرنے والے کی ساری زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ بعض تو آخر میں پاگل ہو جاتے ہیں۔ مجاہد کی تو جان نکلی اور سیدھا بہشت میں اور اِس (قاتل) بدبخت کی زندگی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

......فرمایا: جب ختم نبوت کی تحریک میں مَیں سنٹرل جیل میں تھا تو والدہ کی طرف سے پیغام آیا کہ: بیٹا! حکومت اور فوج کے پاس طاقت ہے، وہ گویا کہ فولاد کی دیوار ہیں اور فولاد کی دیوار میں سر نہیں مارا جاتا، لہٰذا حکومت سے ٹکر نہ لو۔ میں نے جواب لکھا: امی جان! کچی دیواروں میں سر مارنے کا ہمیں مزہ نہیں آتا۔

☆......فرمایا: قتل گناہِ کبیرہ ہے، لیکن بے حیائی نہیں، جبکہ ٹی وی (تصویر کی وجہ سے) گناہ کبیرہ

ہے، بے حیائی بھی ہے، اس اعتبار سے قتل سے بھی بڑا گناہ ہوا۔

......فرمایا: تصویر کے ذریعہ ہم عذابِ خداوندی کو دعوت دے رہے ہیں۔ ہماری اپنی جماعت، ہمارے اپنے لوگ، اتنی بے باکی اور جرأت سے تصویریں بناتے اور بنواتے ہیں کہ پناہ بخدا؏ چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی یہ آج کل کے مولوی خاص طور پہ جمعیۃ والے مجھے کہتے ہیں کہ: ''مولوی منظور دقیانوس ہے۔'' میں اپنی دقیانوسی کی وجہ سے ان سے الگ ہو گیا ہوں۔ پتہ نہیں ان کو کس مفتی نے فتویٰ دیدیا ہے، بڑے بڑے بورڈوں پہ بت بنا کے لگا دیتے ہیں۔ ہمارا مرکز تو دارالعلوم دیوبند ہے، وہاں رجوع کرنا چاہیے اور ان کا فتویٰ ماننا چاہیے۔ اس پر عمل کرنا چاہیے۔

......فرمایا: خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس پشاور میں مَیں گیا، ہزاروں علماء اسٹیج پر بیٹھے تھے اور دھڑلے سے ویڈیو بن رہی تھی، سب کے سامنے کیمرے لگے ہوئے تھے، میں کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے کہا کہ یہ حرام ہے، گناہ ہے، قطعاً جائز نہیں، اسے بند کراؤ۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم تقریر کر رہے تھے، مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ: یہ اسٹیج پر بڑے بڑے علماء بیٹھے ہیں، تم ان سب سے بڑے عالم ہو؟ وہاں دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم بیٹھے تھے، اُن کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ: یہ مفتیٔ اعظم ہند بیٹھے ہیں، تم ان سے بڑے مفتی ہو؟ میں نے کہا: چلو انہی مفتی اعظم ہند سے فیصلہ کرا لو! کیا یہ اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں؟ تو وہ خاموش رہے، میں نے کہا: کیوں جی علماء کرام! آپ سب اس ویڈیو کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں؟ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ سیکورٹی رضا کار آ گئے اور مجھے کندھوں پر اٹھا لیا، میں نے سوچا کہ اب مجھے لے جا کر خوب پٹائی کریں گے، کہیں بند کر دیں گے۔ لیکن چلو حق کی آواز تو بلند ہو گئی، ورنہ کل کو کوئی کہتا کہ سب علماء کی موجودگی میں بنتی رہی اور کسی نے اعتراض ہی نہیں کیا۔ ابھی وہ مجھے لے کر جا رہے تھے کہ مولانا عبدالغفور حیدری دوڑ کر آئے اور اُن سے کہا کہ ان کو چھوڑ دو، یہ ہمارے بزرگ ہیں، استاذ ہیں، جمعیۃ علماء اسلام ضلع رحیم یار خان کے امیر ہیں۔ تو انہوں نے چھوڑ دیا، لیکن ویڈیو کسی نے بند نہ کرائی تو میں بائیکاٹ کر کے آ گیا۔ اور واپسی پہ سیدھا امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا قصہ عرض کر کے پوچھا کہ حضرت! میں نے صحیح کیا یا غلط؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: آپ نے بالکل صحیح کیا۔

......فرمایا: پہلے دس قرن میں ''شرک'' کا نام و نشان تک نہیں تھا، پھر نوح علیہ السلام سے قبل پانچ بزرگ آئے جو ''پنج تن پاک'' تھے، ان پنج تن پاک کی وفات کے بعد شیطان نے ان کی قوم کو سکھایا کہ ان کے فوٹو بناؤ! شرک کی ابتدا فوٹو سے ہوئی۔ انہوں نے اپنے پنج تن پاک کے فوٹو بنائے، فوٹو دیکھ کر ان کو یاد کرتے تھے، آنے والی نسلوں کو شیطان نے سکھایا ان کی پوجا کرو، یہ اللہ کے بڑے مقرب بندے ہیں،

تمہاری سفارش کریں گے، وغیرہ وغیرہ۔اس طرح شرک شروع ہو گیا۔

......فرمایا: ایک عالم دین نے اپنے والد صاحب کا فوٹو ایک مرید کو دیا کہ گھر میں رکھو، برکت ہوگی۔لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔وہ میرا شاگرد تھا، میں نے خوب لتاڑا کہ تصویر سے برکت آتی ہے یا لعنت؟

......فرمایا: کہروڑ پکا میں مولانا عبدالمجید لدھیانوی کے مدرسہ میں ختم بخاری کی تقریب تھی، سٹیج پر بیسیوں بڑے بڑے علماء بیٹھے تھے، میں نے سب سے ویڈیو کا دریافت کیا تو سب نے ہاتھ کھڑے کر کے کہا کہ: بالکل حرام اور ناجائز ہے۔

......فرمایا: آج کل لوگ حق کو چھپاتے ہیں، حق چھپایا نہ کرو! حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا رسالہ ہے: ''فوٹو کا شرعی حکم'' اس میں لکھا ہے کہ: ہر قسم کی فوٹو حرام ہے، اس پر حضرت مدنی وحضرت کشمیری کے دستخط بھی ہیں۔آج کل اسے چھاپتے ہی نہیں، میں نے دین پوری حضرات اور سید جاوید حسین شاہ صاحب سے کہا ہے کہ اسے ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کریں۔

......فرمایا: ظاہر پیر میں ایک سینما شروع ہوا تو میں نے زبردستی بند کرا دیا۔مجھ پر اور میرے بیٹوں پر کیس بھی ہوا، لیکن اللہ نے مدد فرمائی۔حیرت تو یہ ہے کہ اس وقت بعض مولوی صاحبان بھی سفارش کرنے لگے، لیکن ہم ڈٹے رہے۔الحمدللہ بند ہو گیا، آج تک بند ہے۔

......فرمایا: حضرت درخواستی رحمہ اللہ نے مجھے اپنے بیٹوں کی طرح رکھا ہوا تھا، اُن کی وفات کے بعد میرا بیٹا ساجد جب ۴، ۵/سال کا تھا، میرے پاس حضرت درخواستی کا فوٹو لایا اور کہا کہ: ابو! یہ دادا کا فوٹو ہے۔ میں نے اُس سے وہ فوٹو لے کر پھاڑ دیا، اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور کہا: بیٹا! تمہارا دادا اس کا مخالف تھا۔

......فرمایا: میں ۱۵/سال جمعیۃ علماء اسلام کا ضلعی امیر رہ چکا ہوں، رکن اب بھی ہوں، لیکن ان سے لڑتا رہتا ہوں کہ بت پرستی چھوڑ دو۔اب الیکشن میں تمام امیدواروں نے فوٹو لگائے ہوئے تھے۔ابوجہل بھی تو یہی کرتا تھا۔یاد رکھو! جب تک شریعت پہ نہیں چلو گے کام نہیں بنے گا، ایسے ہی نقصان ہوتا رہے گا۔

......فرمایا: حیدرآباد میں مَیں ایک مسجد میں بیٹھا تھا، دو نوجوان موبائل سے فوٹو بنانے لگے تو میں نے ڈانٹ دیا۔میں کہتا ہوں کہ نوجوان کو اتنی جرأت کیوں ہوئی کہ مسجد میں حرام کا ارتکاب کرے؟ اس میں ہمارا قصور ہے، ہم روکتے نہیں۔مجاہد بنو مجاہد، ہیجڑے نہ بنو۔شریعت کی پاسداری کو ہر چیز پر مقدم رکھو۔

......فرمایا: پہلے زمانے کے بت پرست بھی تو صورۃً ایسے ہی تھے جیسے آج ہم بنے ہوئے ہیں، ابوجہل بھی ایسا بت پرست تھا، اب دیکھو الیکشن سے پہلے تمام ممبران روڈوں پہ بڑے بڑے بت لگا دیتے ہیں، جمعیۃ والے بھی لگاتے ہیں۔آج ''بت نمائی'' کر رہے ہیں، کل خدانخواستہ ''بت پرستی'' شروع ہو جائے

گی۔ میں اس بات پر سب سے اختلاف کرتا ہوں تو کہتے ہیں: ''مولوی منظور دقیانوسی ملا ہے، اس کا دماغ جگہ پر نہیں رہا۔'' قیامت کے دن ان کے گریبان پکڑوں گا اور پوچھوں گا کہ کس کا دماغ جگہ پہ نہیں تھا؟

......فرمایا: میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں کہیں ویڈیو بنتی دیکھو، لڑ پڑو اور ہر صورت میں بند کراؤ۔ ان شاءاللہ العزیز اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ میں نے اپنے شاگردوں کے ذریعہ دوجگہ اس لعنت کو پٹائی سے بند کروایا۔ گوجرانوالہ میں اور احمد پور میں۔ انہوں نے پولیس بلوائی، لیکن لڑکے آگے پیچھے ہوگئے۔ ادھر سے بچاؤ ہوگیا۔ تمہیں بھی یہی کہتا ہوں کہ جہاں بزورِ بازو بند کرا سکو کرادو، ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ افسوس ہوتا ہے کہ مولوی صاحب بعد میں آتے ہیں اور کیمرہ پہلے فٹ کردیا جاتا ہے۔ اور وہ بھی مسجد میں۔ پناہ بخدا، پناہ بخدا۔ نیت خالص ہو، عمل شریعت کے مطابق ہو تو پھر اللہ کی مدد آتی ہے۔

......فرمایا: احادیث وقرآن سے ظاہر ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شفیق اور مہربان تھے، لیکن جب دیکھتے کہ حدود اللہ کو توڑا جارہا ہے تو کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے، اور جلال میں آجاتے تھے۔ میں جب منکرات کو دیکھتا ہوں تو برداشت نہیں کرپاتا۔ یہ شبِ برات پہ پٹاخے چھوڑتے ہیں، بالکل غلط ہے، میں نے رات بھی مسجد میں نمازیوں کے سامنے کھڑے ہوکر پُر زور تردید کی تھی اور گزارش کی تھی کہ اپنے بچوں کو روکو، اور سمجھاؤ۔ وہاں ظاہر پیر میں تو ہم زبردستی رکواتے ہیں، یہاں (کراچی میں) ہم پردیسی مسافر ہیں، ہاتھ سے نہیں روک سکتے تو کم از کم زبان سے تو روکیں۔ آج کل کے علماء امر بالمعروف تو کرتے ہیں، لیکن نہی عن المنکر کا فریضہ پوری طرح انجام نہیں دیتے۔

......ایک روز دورانِ سبق مسجد کے باہر سے زوردار پٹاخے کی آواز آئی تو استاذِ محترم نے فرمایا: ظاہر پیر میں اگر کوئی ایسا کرے تو میں لڑکے بھیج کر اسے پکڑ والیتا ہوں اور مسجد میں بٹھا کر سپارہ آگے رکھ دیتا ہوں، کہ ایک گھنٹہ تلاوت کرو۔ یہ سزا ہوتی ہے۔ اگر کسی کو نماز نہ آتی ہو تو اسے نماز یاد کرا کے بھیج دیتا ہوں۔

☆......فرمایا: چالیس دن (چلے) کو تربیت میں بہت دخل ہے۔ جماعت تبلیغ والوں کے ہاں بھی چلے کی ترتیب ہے۔

......فرمایا: ہمارے ہاں بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں، بڑے بڑے نامی گرامی خطیب آتے ہیں، تقریریں کرتے ہیں، واہ واہ ہوتی ہے، لیکن کوئی ایک بے نمازی بھی نمازی نہیں بنتا۔ جبکہ دوسری طرف اَن پڑھ، جاہل، اور جٹ قسم کے لوگ تبلیغی جماعت میں وقت لگاتے ہیں، دوسروں کو دعوت دیتے ہیں تو ان کے اخلاص، فکر اور کوشش کی بدولت لاکھوں بے نمازی نمازی بن چکے ہیں، ڈاڑھی منڈوں نے ڈاڑھیاں رکھ لی ہیں۔ یہ سب اخلاص کے ساتھ جہد مسلسل کی برکت ہے۔

......فرمایا: ڈاڑھی شعارِ مردانہ نہیں، شعارِ اسلام ہے۔فطرتِ انسان ہے، کیونکہ عورت کی تو ہوتی نہیں۔

......فرمایا: جب دورۂ تفسیر پڑھانے کراچی آتا ہوں تو کراچی کے حالات کی وجہ سے ساتھی کہتے ہیں: استاذ جی! آپ آگ میں جارہے ہیں! میں کہتا ہوں، میں آگ بجھانے جارہا ہوں۔قرآن کے ذریعہ سے آگ بجھے گی۔ان شاءاللہ

......فرمایا: میرے پاس ہر فقہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کی کتب موجود ہیں، جب کسی مسلک کا کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو میں اُس امام اور اُن کی فقہ کا باحوالہ بتادیا کرتا تھا۔ایک مرتبہ حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ [طاہروالی] جو میرے استاذ تھے، مجھے فرمانے لگے: مولوی منظور! تو جھوٹ بھی بولتا ہے؟ کیا ہر فقہ کی کتاب تیرے پاس موجود ہے؟ میں نے عرض کیا: جی استاذ جی! میرے پاس ہر فقہ کی کتاب موجود ہے، پھر اُن کو سب کتب دکھائیں۔

......فرمایا: دو دیہاتی فیصلے کے لیے میرے پاس آئے، ایک کہنے لگا: پہلے میں بیان دوں گا۔میں نے کہا: دو! کہنے لگا: ''او کصیب من السماء فیه ظلمات''۔میں حیران ہوا کہ اس نے یہ آیت کیوں پڑھی؟ پھر اس نے اس کا ترجمہ یوں کیا: یہ قصائی بنا ہوا ہے اور مجھ پہ ظلم کر رہا ہے۔(کصیب کا ترجمہ قصائی اور ظلمت کا ظالم۔)

......فرمایا: تجربہ ہے کہ سود خور اول نمبر کے بزدل ہوتے ہیں۔ہمارے علاقہ کی ایک قوم ہے، شکل تو ان کی پٹھانوں والی ہے، لیکن دل ہندؤوں والے۔بزدل۔

......فرمایا: مخدوم ہاشم ٹھٹھوی رحمہ اللہ بہت بڑے عالم اور اللہ والے تھے، ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ: مخدوم صاحبؒ کا مقام حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ایک مرتبہ تشریف فرما تھے کہ دفعتہً ''حسبنا الله و نعم الوكيل'' کہا، کچھ ہی فاصلے پر بم پھٹنے جیسی زوردار آواز آئی اور زمین میں گڑھا پڑ گیا۔شرکاءِ مجلس حیران ہوئے، تو فرمایا: ایک دشمن نے سخت جادو کیا تھا، اگر ہم تک پہنچ جاتا تو شاید کوئی بھی زندہ نہ بچتا، اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور میرے دل میں القاء کیا۔میں نے یہ پڑھا تو وہیں پھٹ گیا۔

......فرمایا: خدا سے ملنا ہے تو ملنے والوں سے یاری لگاؤ!؎

ان سے ملنے کی ہے فقط یہ راہ   ملنے والوں سے راہ پیدا کر

☆......☆......☆......☆

احسن خدامی

مشاہدات بجواب شوہدات

......قسط ۳......

پسِ تحریر: ''مشاہدات'' کی پچھلی قسط میں جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کے اس ملفوظ پر کچھ عرض کیا تھا کہ ''رسول اللہ ﷺ کی ذات پر تنقید تو برداشت ہے، لیکن توہین برداشت نہیں''۔ اس بارے میں ایک گزارش عرض کرنا بھول گیا تھا، جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب کے یاد دلانے پر اس مرتبہ عرض کرتا ہوں۔ وہ گزارش یہ ہے کہ جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کے اس ملفوظ کا شانِ ورود یہ ہے کہ جب بدبخت اور بدنصیب کفار نے جناب رسول اللہ ﷺ کے خاکے بنائے جانے پر مسلمانوں کے زبردست ایمانی احتجاج کا مظاہرہ دیکھا تو کہا کہ یہ مسلمان اپنے اوپر تنقید برداشت نہیں کرتے۔ اس کے جواب میں جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب نے فرمایا کہ ہم تنقید تو برداشت کرتے ہیں لیکن توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اپنے گرد وپیش پر ایک نظر دوڑائیں تو ہمارے دانش وروں کا عمومی مزاج یہی بن چکا ہے کہ وہ کفار ومشرکین کے سامنے اسلام کو اس صورت میں پیش کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں جو ان کے لیے قابل قبول ہو، اگرچہ اس سے خود اسلام کی شکل ہی مسخ کیوں نہ ہو جائے۔ یہ حد سے زیادہ مرعوبیت اور احساس کمتری والا رویہ ایک مسلمان کو ہرگز زیب نہیں دیتا، مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ تمام دنیا بھی اگر ایک چھوٹے سے اسلامی حکم کے خلاف ہو جائے تب بھی وہ کسی معمولی سی شرمندگی یا معذرت خواہی کے بغیر پورے فخر سے اس کام کو درست کہے اور اس پر عمل کرے، جیسے ایک صحابیؓ نے کافر بادشاہ کے دربار میں ایک سنت پر عمل کرنے پر اپنے ساتھی کی ہچکچاہٹ پر کہا: ''**أ أترک سنة حبیبی لھؤلاء الحمقاء......؟**'' کیا میں اپنے حبیب ﷺ کی سنت کو ان احمقوں کی وجہ سے چھوڑ دوں؟

لیکن افسوس کہ ہمارے دانشور حضرات کی مثال اس دوکاندار کی ہے جو اپنی چیز کو فروخت کرنے کے لیے اس کے طرح طرح کے فضائل گاہک کو سناتا اور اسے نت نئے طریقوں سے اس چیز کو خریدنے پر آمادہ کرتا ہے، جبکہ گاہک ایک ادائے بے نیازی سے کندھے اچکا کر چلتا بنتا ہے۔ دانشورانِ وقت بھی کفار کو راضی کرنے کے لیے کبھی پردہ اور کبھی جہاد، کبھی داڑھی اور کبھی کسی اور اسلامی حکم کا انکار کرتے نظر آتے ہیں اور یہ توقع رکھتے ہیں کہ اب ہمارا اسلام ضرور کفار کے لیے قابل قبول بن چکا ہوگا، مگر وہ کفار کبھی بھی اس مسخ

شدہ اسلام کو بھی قبول نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں۔ مندرجہ بالا بات میں بھی اسی قسم کا نظریہ کارفرما نظر آتا ہے کہ جب کارٹون بنانے والوں نے اعتراض کیا کہ یہ مسلمان جنگلی، جذباتی، شدت پسند اور اشتعال پسند قوم ہیں، اپنے اوپر تنقید برداشت نہیں کر سکتے، تو جواباً فوراً صفائی پیش کی گئی کہ نہیں نہیں! ہم تو بڑے مہذب ہیں، ہم تو اپنے نبی پر بھی تنقید برداشت کر سکتے ہیں، البتہ توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون......!
ہمارے لیے اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل اسوہ ہے کہ جب ان سے ایک یہودی نے طنزاً کہا کہ: ''**إن نبيكم هذا......يعلمكم كل شيء، حتى الخرائة**'' کہ سنا ہے کہ تمہارا یہ نبی تمہیں ہر چیز سکھاتا ہے، یہاں تک کہ پاخانہ پیشاب کرنے کا طریقہ بھی سکھاتا ہے، تو حضرتؓ نے اطمینان سے جواب دیا کہ ''ہاں کیوں نہیں! انہوں نے ہمیں سکھایا ہے کہ ہم دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کریں، اور ایسے تین پتھروں سے استنجاء کریں جن میں کوئی لید یا ہڈی نہ ہو''۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے یہی سبق ملتا ہے کہ غیروں کو راضی کرنے کے لیے اپنے ہی دین کو بدل دینا کوئی دانشمندی نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرتبہ چند یہودیوں نے کہا کہ ''ہمیں آپ سے بڑی محبت ہے''، تو انہوں نے دوٹوک لہجے میں جواب دیا: ''اللہ کے دشمنو......! مجھے تم سے بالکل محبت نہیں''۔

ڈنمارک کے ملعون کارٹونسٹ نے بھی اگر اعتراض کے طور پر یہ کہا تھا کہ مسلمان تنقید برداشت نہیں کر سکتے تو اس کا ایمانی جواب یہی تھا کہ بدبختو! ہم واقعی اپنے نبی کریم ﷺ کی ذات پر تنقید برداشت نہیں کر سکتے۔ محض اس ناہنجار کے اعتراض سے بچنے کے لیے رسول اللہ ﷺ پر تنقید کو برداشت کرنے پر آمادہ ہو جانا کون سی عقلمندی ہے؟

ڈنمارک کے ملعون کاٹونسٹ کے بیان سے یہی پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے کارٹون کو صرف تنقید سمجھتا ہے، توہین نہیں، اور ان کے قانون اور رواج کے مطابق بھی کارٹون کو تنقید ہی کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے، اسی لیے کسی کا کارٹون بنانے پر یورپی ممالک میں کوئی سزا نہیں، جبکہ کسی شخص کی توہین کرنے پر ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ چلتا ہے اور سزا ملتی ہے۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم پچھلی مرتبہ کی جانے والی گذارش انتہائی دردِ دل اور سنجیدگی سے جناب حافظ اسامہ مدنی اور جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کی خدمت میں دوبارہ پیش کرتے ہیں کہ ان کا جناب رسول اللہ ﷺ پر تنقید کو برداشت کرنے کا موقف نتائج کے اعتبار سے انتہائی خطرناک ہے، اس کا نتیجہ یہی ہے کہ کارٹون اور خاکے بنانے والے کہیں گے کہ ہم نے توہین نہیں، تنقید کی ہے، لہٰذا اس تنقید اور اس کی اشاعت کو برداشت کیا جائے......! کاش کہ اس روزِ بد سے پہلے ان حضرات کو اس بات کا احساس ہو جائے۔

جناب مولانا عبد الرحیم چاریاری صاحب نے استاذ العلماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب اور جامعہ اشرفیہ کے مفتیان کرام کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی توہین اور آپ پر تنقید میں کوئی فرق

نہیں، یعنی دونوں چیزیں موجب کفر ہیں۔ کتاب میں اسی فتویٰ میں تصریح بھی موجود ہے کہ عام آدمی کے لحاظ سے تو تنقید اور توہین میں فرق ہے لیکن جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات کے اعتبار سے تنقید اور توہین میں کوئی فرق نہیں۔ جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب نے ہر دو حضرات کی عبارت غور سے پڑھی نہیں اور شوشہ چھوڑتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''تنقید متین، بر تفسیر نعیم الدین'' جو حضرات تنقید اور توہین کو ایک ہی معنی میں لیتے ہیں ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اسے یوں تعبیر کر کے دکھائیں کہ یہ ''توہین متین بر تفسیر نعیم الدین'' ہے۔ دیدہ باید۔''

حالانکہ ان حضرات نے وضاحت کر دی ہے کہ تنقید اور توہین میں جو فرق نہیں ہے وہ عام آدمی کے اعتبار سے نہیں، جناب رسول اللہ ﷺ کے اعتبار سے ہے۔

امیر عبدالقادر الجزائری کی امریکی سوانح پر تقریظ:

جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب نے اپنے مضمون ''شواہدات'' کی تیسری قسط کو جناب امیر عبدالقادر الجزائری کے قضیے کے متعلق خاص کیا ہے۔ ہم بھی ان سطور میں اس موضوع پر چند گذارشات عرض کریں گے۔

سب سے پہلے ایک اہم نکتے کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرنا ضروری ہے کہ جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب پر اعتراض یہ تھا کہ انہوں نے ایک ایسی کتاب پر تقریظ لکھی ہے جو کفار کے ایماء پر، ان کے مقاصد کی تکمیل کے لیے لکھی گئی ہے، اس مشن کو باقاعدہ امریکی سفارت خانے کی سرپرستی اور آشیرباد حاصل ہے، اور اس میں الحاد و زندقہ اور بزدلی و بے غیرتی کو ''اصلی اور سچے'' جہاد کے نام سے اہل ایمان کے ذہنوں میں انڈیلنے کی ناروا کوشش کی گئی ہے۔ چاہئے تھا کہ وہ اور ان کے حواری اس واضح اور سچی بات کو تسلیم کرتے اور اس پر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے، مگر افسوس کہ جب ان کی پسندیدہ کتاب کے اقتباسات کو ان کے سامنے پیش کر کے ان پر اسی کے مطابق تبصرہ کیا جاتا ہے تو یہ حضرات خلط مبحث کرتے ہوئے کائزر کی کتاب کو پس پشت ڈالنے کی بھونڈی کوششیں کرتے ہوئے الجزائری کی ذات کو موضوع بحث بناتے ہیں اور پھر ''کسی معروف شخصیت کے بارے میں دو آراء کا پایا جانا کوئی انہونی بات نہیں ہے''، ''کسی کی ذات سے اختلاف کی بنیاد پر اس پر کسی کا ایجنٹ ہونے کا فتویٰ نہیں لگا دینا چاہئے''، وغیرہ وغیرہ کہہ کر اپنا دامن چھڑانے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اصل مسئلہ امریکی مصنف کائزر کی کتاب پر تقریظ لکھنے اور اس کی اشاعت و ترسیل اور غیر معمولی تشہیر کا ہے، امیر کی ذات تو اس کتاب کا موضوع ہونے کی بناء پر ثانوی حیثیت سے موضوع بحث بنی ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ناواقف قارئین کے لیے اس قضیے کا ایک مختصر خاکہ پیش کر دیا جائے تا کہ ان کو بات سمجھنے میں آسانی ہو۔

امیر عبدالقادر الجزائری الجزائر کے ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے الجزائر پر فرانسیسی قبضے کے خلاف مسلح مزاحمت کا علم بلند کیا۔ یہ تقریباً ۱۸۳۰ء کے لگ بھگ کی بات ہوگی۔ کئی سال تک مسلح مزاحمت جاری رکھنے کے بعد حالات کو نامساعد پا کر انہوں نے نہ صرف شکست کو قبول کیا بلکہ اپنے آپ کو فرانسیسیوں کے حوالے بھی کر دیا۔ کچھ عرصہ فرانسیسیوں کی قید میں رہنے کے بعد انہیں رہا کر دیا گیا اور اس کے بعد ان کے نہایت اچھے تعلقات اہل یورپ و فرانس سے استوار ہوگئے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ قید کے دوران بڑی محنت سے ان کی ذہن سازی کر کے ان کے خیالات پر اثر ڈالا گیا اور پھر اس کے بعد انہیں رہا کیا گیا۔ رہائی کے کچھ عرصے بعد جب وہ شام میں مقیم تھے، شام کے عیسائیوں نے جب خلافت عثمانیہ کو جزیہ دینے سے انکار کیا تو اس واضح بغاوت پر وہاں کے مسلمانوں میں شدید اشتعال پیدا ہوا جس کے نتیجے میں وہاں عیسائیوں کا قتل عام شروع ہوگیا۔ قانون کو ہاتھ میں لے کر عیسائیوں کی جان کے درپے ہونے والے مسلمانوں کے اس قتل عام کو روکنے اور باغی عیسائیوں کو تحفظ فراہم کرنے میں امیر عبدالقادر الجزائری نے زبردست کردار ادا کیا اور خود بھی قانون کو ہاتھ میں لے کر مشتعل مسلمانوں کے سامنے صف بستہ ہوگئے اور گویا جان پر کھیل کر اپنی پرائیویٹ فورس کے ذریعے عیسائیوں کو اپنے قلعے میں پناہ دے کر سینکڑوں یا ہزاروں عیسائیوں کی جان بچائی، ان کے اس کارنامے کی بناء پر وہ یورپ کے ارباب حکومت کے خاص منظورِ نظر ٹھہرے اور ان پر مختلف انداز سے نوازشات و انعامات کی بارش ہوتی رہی جس میں وہ تادم آخر خوب نہائے۔ ان کے لیے ان کی سابق دشمن حکومت فرانس کی طرف سے ایک لاکھ سے زیادہ وظیفہ مقرر کیا گیا، انہیں امریکہ کے صدر اور دیگر یورپی حکمرانوں کی طرف سے قیمتی تحائف، تمغے اور اعزازات دیئے جاتے رہے، انہیں شام کا گورنر بنانے کی کوشش کی گئی جو مسلمانوں کے انہیں ناپسند کرنے کی وجہ سے ناکام رہی۔ ان کی وفات کے بعد بھی امریکہ و یورپ کے جرائد تادیر ان کی شان میں رطب اللسان رہے۔ ان کی یاد میں آرٹیکل شائع کئے گئے، ان کے نام پر یونیورسٹی بنائی گئی اور امریکہ میں ایک قصبے کو ان کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ امیر عبدالقادر الجزائری کے بارے میں ''الشریعہ'' کی طرف سے پیش کئے جانے والے لٹریچر کی روشنی میں ہی ان کا مختصر تعارف ہے۔

چند سال پہلے امریکہ کے ایک مصنف جناب جان ڈبلیو کائزر نے امیر عبدالقادر الجزائری کے بارے میں انگریزی زبان میں کتاب تحریر کی، اس کتاب میں امریکی مصنف جان ڈبلیو کائزر نے الجزائری کے ہتھیار ڈال کر اپنے آپ کو کفار کے حوالے کر دینے کے فیصلے پر دل کھول کر خراج تحسین پیش کیا، شام کے باغی کفار کی مدد کے جرأت مندانہ اقدام پر ان کی بہادری کے ترانے گائے، ان کی انگریز خواتین کے ساتھ چہل قدمیوں، قہوہ نوشیوں کی داستانیں سنائیں اور انہیں جدت پسند اسلام کا پیروکار بتایا۔ امریکی حکومت کی امیر عبدالقادر الجزائری کے ساتھ دلچسپی کا یہ عالم کہ وہ اس کی شخصیت کی تشہیر بلکہ ازسرنو دریافت کے لیے وطن

عزیز پاکستان میں مہنگے ترین ہوٹلوں میں سیمینار کرواتی پھر رہی تھی اور ہمارے ممدوح جناب عمار خان ناصر صاحب ان محفلوں میں امریکی سفارت خانے کے اہلکاروں کی موجودگی، بلکہ سرپرستی میں جان محفل اور مجلس کے روح رواں ٹھہرے تھے۔ جان ڈبلیو کائزر، جناب عمار خان ناصر کے بیان کے مطابق امریکہ کی ریاست ورجینیا میں مقیم اور بالکل الگ تھلگ، گوشہ نشین شخصیت کے مالک ہیں، یہاں تک کہ موبائل فون بھی استعمال نہیں کرتے، تاہم جب روحانی رشتے قائم ہوجائیں تو جسمانی دوریاں، ناآشنائیاں، رابطوں کی عدم دستیابیاں کوئی خاص وقعت واہمیت نہیں رکھتیں، لہٰذا ''جوئندہ یابندہ'' کے مصداق امریکہ کے جناب جان ڈبلیو کائزر جیسے ''شمس تبریز'' کو اپنے حالِ دل کی ترجمانی کے لیے پاکستان میں عمار خان ناصر کی صورت میں ''مولائے روم'' ہاتھ آہی گیا، اس لئے کہ بع ''جب عزمِ مصمم ہوتا ہے، ہر موڑ پہ رہبر ملتا ہے''

کتاب کا ترجمہ پاکستان میں کسی ''نامعلوم'' مترجم نے کیا، جس کے بارے میں جناب عمار خان ناصر کا کہنا ہے کہ وہ بھی اس کے نام پتہ سے ناآشنا ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ''مقام جذب'' کی کیفیات سے ناآشنا کوئی کور باطن یہ سوال کر بیٹھے کہ وہ مترجم کون تھا......؟ کائزر کے ساتھ اس کی کیا شناسائی تھی......؟ اس نے کیوں اور کس کے کہنے پر اس کتاب کا ترجمہ کیا......؟ اور ترجمہ پر اپنا نام کیوں شائع کرنا پسند نہ کیا......؟ کائزر نے کسی اور سے کتاب کا ترجمہ کروا کر اشاعت کے لیے عمار خان ناصر صاحب کو کیوں دیا......؟ ترجمہ ہی خان صاحب سے کیوں نہ کروالیا......؟ اور پھر مترجم کا نام تک خان صاحب کو بتانے سے کیوں گریز کیا......؟ وغیرہ وغیرہ......مگر مجھے یقین ہے کہ ''حال'' کی مستیوں سے سرشار جناب عمار خان ناصر صاحب کے سامنے اگر ''قال'' کی دنیا کے کسی باسی نے ان ''وہمیات'' کا ذکر کیا بھی تو وہ اپنے مخصوص انداز میں متانت سے مسکراتے ہوئے یہی ارشاد فرمانے پر اکتفا کریں گے کہ:ؔ

یہ کام اہلِ جنوں کا ہے، وہی اس کو سمجھتے ہیں
یہ کام اہلِ خرد سے بالا بالا ہونے والا ہے

مذکورہ کتاب کی مختصر نقاب کشائی:

امیر عبدالقادر الجزائری کی شخصیت سے ذاتی طور پر ہم واقف نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کی شخصیت ویسی ہی ہو جو اس کتاب میں پیش کی گئی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کتاب میں ان کی شخصیت کے برعکس انہیں توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہو۔ تاہم اگر بالفرض الجزائری ایک بے داغ اور شفاف شخصیت کے مالک تھے تو پھر ہمیں یہ کہتے ہوئے کوئی باک نہیں کہ دریں صورت الجزائری پر جتنا ظلم اس کتاب اور اس کے ناشرین نے کیا ہے شاید چنگیز خان نے بغداد پر نہ کیا ہو۔ جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب اور ان کے وکیل صفائی جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب امیر عبدالقادر الجزائری کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے جانے پر خوب گرجے اور

برسے ہیں جبکہ خود انہوں نے جس کتاب پر پیش لفظ لکھ کر اسے سند اعتبار سے نوازا اور اس کے حوالے سے امیر کا تعارف پیش کیا ہے، قارئین کرام اس کے چند حوالہ جات ملاحظہ کر کے فیصلہ کریں کہ واقعتاً امیر کے ناقدین نے اس پر زیادتی کی ہے یا پھر نادان دوست ہی اس کے لیے دشمنوں سے بدتر ثابت ہوئے ہیں۔ہم تفصیل سے پرہیز کرتے ہوئے صرف جناب مولانا عبدالرحیم چاریاری کی کتاب نوازشات سے چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ملاحظہ فرمایئے......!

۱......: یہودی اور عیسائی بھی مسلمان ہیں۔(ص۴۹،۵۰)

۲......: پردہ عربوں کا رواج ہے، مذہبی قانون نہیں۔(ص۳۰۳)

۳......: اپنے ہاتھ سے اہم شخصیات کی شراب سے تواضع۔(ص۳۲۹)

۴......: تلوار کی سیاست کا تباہی و بربادی سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔(۳۶۵)

۵......: پادری کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر گرجا گھر میں عبادت کے چبوترے پر عیسائی انداز میں دعا۔(۳۶۷)

۶......: بتوں کے پجاری درحقیقت اللہ تعالی کی پرستش کرتے ہیں۔(ص۳۸۸)

۷......: دنیا بھر کے کفار کی طرف سے اعزازات کا انبار۔(ص۴۲۷)

۸...... بے حیا عورتوں کے ساتھ کھلے عام دوستانہ۔(ص۴۴۹،۴۵۲)

۹......غیر اللہ کی قسمیں کھا کر کفار کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا۔(ص۳۱۲،۳۷۱)

۱۰......: انتہائی خوشامدانہ انداز میں دشمن سے رحم کی التجاء۔(ص۳۰۰)

قارئین کرام......! اگر الجزائری جید عالم و فاضل اور سچے مجاہد تھے تو پھر اس سچے مجاہد کا جو تعارف ''الشریعہ'' نے کروایا ہے اسے دیکھ کر تو الجزائری بھی عالم برزخ سے پکار اٹھے ہوں گے کہ:

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

یہ نادان اپنے ان محترم حضرات کی ڈھٹائی پر حقیقتاً انگشت بدنداں ہے کہ امریکی مصنف کی، امریکی ایماء پر، امریکی سفارت خانے کی آشیرباد اور سرپرستی میں، امریکی مقاصد کی تکمیل کے لیے لکھی جانے والی کتاب جس کی سطر سطر کفر و الحاد کی بدبو اڑانے والی اور بے غیرتی و بزدلی کا سبق سکھانے والی ہے، اس کتاب پر جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب پیش لفظ لکھ کر کلاہِ اعتبار اس کے سر پر رکھیں، جناب عمار خان ناصر صاحب اس کی اشاعت و ترسیل اور تشہیر کی خدمت فی سبیل الامریکہ انجام دیں، کوئی اعتراض کرے تو جواب میں شیخ اسامہ بن لادن اور امریکہ کے خلاف برسرپیکار مجاہدین کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کردیں، جہاد کی امریکی تشریح کو عام کرنے کی کھلے عام جسارت کریں، اللہ کے راستے میں پروانہ وار جانیں نچھاور

کرنے والوں کو اقتدار کا بھوکا، لالچی اور بزدل کہیں اور پھر جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب یہ واویلا کریں کہ اسلام کے ایک عظیم مجاہد کو بدنام کیا جارہا ہے......؟ع محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

باغی عیسائیوں کو تحفظ فراہم کرنے کے کارنامے پر مختصر تبصرہ:

الجزائری کے جس کارنامے کی بنا پر ان کو اپنوں اور غیروں کی طرف سے سب سے زیادہ خراج تحسین پیش کیا گیا ہے وہ ''کافروں کے دفاع میں جہاد'' ہے۔یعنی شام کے باغی عیسائیوں کی مدد کرنا اور ان کی جان بچانا۔ہم اس کارنامے پر بھی چند گذارشات پیش کرنا چاہتے ہیں:

۱......: شام کے عیسائی، جن کو بچانے کا فریضہ الجزائری نے انجام دیا، جزیہ دینے سے انکار کر کے اہل ذمہ کی صف سے خارج ہوچکے تھے اور اب مسلمانوں کا کوئی شرعی عہد و پیمان ان سے باقی نہیں رہا تھا۔

۲......: ان کے خلاف قتل و غارت کا محاذ گرم کرنے میں مولانا زاہد الراشدی صاحب کی تصدیق کردہ کتاب کے مطابق خلافت عثمانیہ کے گورنروں کی سازش بھی شامل تھی، گویا کہ قتل و غارت کرنے والے خلافت اسلامیہ کے گورنروں کے احکامات کے مطابق باغی عیسائیوں کا استیصال کررہے تھے۔اور جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب کو شاید یاد ہو کہ سانحہ لال مسجد پر ان کے ممدوح جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب نے شہدائے لال مسجد کے ساتھ ساتھ ان کا قتل عام کرتے ہوئے ہلاک ہونے والے فوجیوں سے بھی اس بنا پر ہمدردی کا اظہار کیا تھا، اور شاید انہیں شہداء کی صف میں بھی شمار کیا تھا، کہ وہ سب سرکاری ڈیوٹی پر تھے اور سرکاری احکامات کی تعمیل کررہے تھے۔لہٰذا اسی اصول اور فارمولے کے مطابق جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب اور جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کو چاہئے کہ ''سرکاری احکامات کی تعمیل'' میں مصروف مسلمانوں کے مشتعل گروہوں کو بھی کم از کم مجاہد تو ضرور ہی قرار دیں۔اگر نہیں تو پھر اس سوال کا جواب ضرور دیں کہ اگر مسجد و مدرسے کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے سینکڑوں معصوم اور بے گناہ طالبات کو بے دردی سے قتل کرنے والے بے رحم درندے سرکاری ڈیوٹی پر ہونے کی وجہ سے گناہ سے بری اور ہمدردی کے قابل ہوسکتے ہیں تو باغی عیسائیوں کے قاتل ہی کیوں اس خصوصی رعایت سے محروم ہیں......؟

۳......: مسلمانوں نے باغی عیسائیوں کا قتل عام کر کے قانون کو ہاتھ میں لیا تو الجزائری نے بھی تو ان کے خلاف مسلح فورس کھڑی کر کے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا، اگر مسلمانوں کا قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا غلط ہے تو اس کے جواب میں الجزائری کا فرانس والوں سے پیسے لے کر اپنے ایک ہزار اہلکاروں کو غیر قانونی اور خفیہ طور پر مسلح کر کے پرائیویٹ فورس بنانا اور پھر اس فورس کو لے کر مسلمان گروہوں کے سامنے صف آراء ہوکر انہیں للکارنا کیوں درست ہے؟

''مشعل سیف'' نامی خاتون نے جناب عمار خان ناصر کا انٹرویو کیا اور انٹرویو کے دوران ان سے

سوال کیا کہ:

''اگر حکومت کچھ نہ کر رہی ہو، مثلاً ایک شخص نے توہین رسالت کر دی، مگر حکومت اس پر مقدمہ نہیں چلا رہی تو پھر کیا کیا جائے؟''

تو جناب عمار خان ناصر صاحب پوری بے حیائی سے ارشاد فرماتے ہیں:

''اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہے، ایک چیز ہمارے دائرۂ اختیار میں ہی نہیں ہے تو اس میں ہم مسئول بھی نہیں ہیں''۔

یہ وہی عمار خان ناصر صاحب ہیں جو الجزائری کے از خود اپنے ساتھیوں سمیت ہتھیار بند ہو کر باغی عیسائیوں کے تحفظ کیلئے میدان میں آ جانے پر داد و تحسین کے ڈونگرے برساتے اور مسلمانوں کو ان کی پیروی نہ کرنے پر کوسنے دیتے نظر آتے ہیں جبکہ دوسری طرف یہی عمار خان ناصر گستاخ رسول کو قتل کرنے والے کو ''اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہے'' کا سبق پڑھاتے ہوئے ذرا بھی نہیں شرماتے ؎

ظاہر میں اور رنگ ہے، باطن میں اور رنگ
خصلت مزاج یار میں رنگِ حنا کی ہے

جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کے نزدیک بھی الجزائری کا اس طرح از خود مسلمان بلوائیوں کے سامنے صف بستہ ہو جانا درست ہے تو انہیں چاہئے تھا کہ سانحہ لال مسجد کے موقع پر بھی اپنے مریدین اور کم از کم اپنے فرزند عمار خان ناصر کو ہی لے کر گلے میں کلاشنکوفیں ڈال کر لال مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور الجزائری کی زبان میں حملہ آوروں سے اتنا تو کہہ دیتے کہ ''جب تک میرا ایک بھی سپاہی بھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہے، تم انہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے''۔ مزید للکارتے ہوئے یہ بھی کہتے کہ ''عورتوں اور بچوں کے قاتلو......! گناہ کی اولاد......! ان میں سے کسی کو ذرا چھونے کی کوشش تو کر کے دیکھو! پھر تمہیں اندازہ ہوگا کہ میرے سپاہی (عمار خان ناصر اور دوسرے مریدین) کتنا اچھا لڑتے ہیں''۔

ہمیں یقین ہے کہ اگر ان کے نزدیک لال مسجد کی معصوم طالبات کی اہمیت شام کے باغی عیسائیوں جتنی بھی ہوتی، یا امیر عبد القادر کا جو جذبہ وہ مظلوم عیسائیوں کے بارے میں پیدا کرنا چاہتے ہیں، یہی جذبہ نفاذ اسلام کا مطالبہ کرنے والے مسلمانوں کے بارے میں بھی پیدا کر سکتے تو شاید صورت حال یہاں تک نہ پہنچتی۔

یاد رہے کہ ان سطور سے صرف جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کو الزامی جواب دیا جا رہا ہے جو امیر عبد القادر الجزائری کے مذکورہ اقدام کو درست سمجھتے ہیں، دوسرے اکابر علمائے کرام نے امیر کے اس فعل کی تائید نہیں کی، لہٰذا وہ ان سطور کے مخاطب بھی نہیں......!

(جاری ہے)

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

زبیر علی زئی کا تعاقب

......قسط نمبر ۱۸......

بعض علماء[117] نے تقلید کا لفظ (۱) حدیث ماننے (۲) آثار سلف[118] صالحین پر عمل کرنے اور (۳) عالم سے مسئلہ پوچھنے[119] پر بھی استعمال کیا ہے، حالانکہ یہ استعمال غلط[120] ہے اور تقلید کا صحیح معنی[121] (مقلدین[122] کے عمل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے) وہی ہے جو راقم الحروف[123] نے اپنی کتاب ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' میں لکھا ہے:

''کتاب وسنت کے منافی[124] کسی قول وفعل کو قبول کرنا یا اس پر عمل پیرا ہونا[125]

(طبع فروری ۲۰۱۲ص ۲۲ طبع قدیم ص ۲۳)

یہی معنی ہمارے استاذ محترم حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

(دیکھئے احکام ومسائل ص ۵۸۱)

۱۱۷ ان علمائے امت میں امام طحاوی رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں۔علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''لغت میں تقلید کے دیگر معنی بھی ہیں، بعض علماء نے ان لغوی معنوں کو بعض اوقات استعمال کیا ہے، مثلاً: ابوجعفر الطحاوی، حدیث ماننے کو تقلید کہتے ہیں، مثلاً وہ فرماتے ہیں: **فذهب قوم الى هذا الحديث فقلدوه** ۔پس ایک قوم اس (مرفوع) حدیث کی طرف گئی ہے، پس انہوں نے اس (حدیث) کی تقلید کی ہے۔

(شرح معانی الآثار ۴/۳ کتاب البیوع باب بیع الشعیر بالحنطة متفاضلاً)......(دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۲۱)

صلاح الدین یوسف صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی ایک قابلِ تقلید نمونہ ہے۔'' (تفسیر احسن البیان صفحہ ۱۵۶۵)

ڈاکٹر سید سعید احسن غیر مقلد فرماتے ہیں:

''نبی پاک ﷺ کی سیرت پاک ہی ہمارے لئے تقلید ہے'' (روشنی صفحہ ۲۴)

علی زئی صاحب کے بقول امام شافعی رحمہ اللہ بھی آپ ﷺ کی پیروی کو ''تقلید'' کہتے ہیں۔

(دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۲۱)

ان حضرات کے حدیث کی پیروی کو ''تقلید'' کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھی پیروی کو تقلید کہنا

درست ہے لہٰذا تقلید کو صرف ناجائز پیروی کے ساتھ خاص کر دینا غلط ہے۔

۱۱۸ سلف صالحین کی پیروی کو ''تقلید'' کہنے والے حضرات میں سے محمد حسین بٹالوی صاحب بھی ہیں، آپ لکھتے ہیں:

''اس عبارت میں سلف صالحین علماء محدثین کا یہ عمل بتایا گیا ہے کہ وہ احادیث رسول اللہ ﷺ کا تتبع وتلاش کرتے جب ان کو حدیث نہ ملتی تو اقوال صحابہ وتابعین کو اخذ کرتے یہ علماء کے حق میں بلا دلیل اقوال کے تقلید کی تجویز نہیں تو اور کیا ہے؟'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۲۳ صفحہ ۷۷)

بٹالوی صاحب مزید فرماتے ہیں:

''جس مسئلہ میں جمہور سلف کا قول بے دلیل ہم کو ملے جس کا خلاف مروی نہ ہو تو اس کی تقلید واجب ہے جو ایسی تقلید نہ کرے وہ اہلحدیث نہیں'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۲۳ صفحہ ۸۵،۸۶)

میر محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحب ائمہ (اسلاف) کی پیروی کو ''تقلید'' مانتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''کیا ہمارے حنفی بھائی ہم اہلحدیثوں کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو تعلیم کرتے ہیں کہ وہ باوجود رسول اللہ ﷺ کی حدیث یا اقوال صحابہؓ نہ ملنے کے اور خود بھی کتب متداولہ مشہورہ میں علمی قابلیت نہ رکھنے کے اقوال ائمہ کو (معاذ اللہ) ٹھکرا دیا کریں اور مادر پدر آزاد ہو کر جو چاہیں سو کیا کریں۔ اگر ان کا یہی خیال ہے تو ہم صاف الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارا مسلک سمجھنے میں تحقیق سے کام نہیں لیا۔'' (تاریخ اہلحدیث صفحہ ۱۴۶)

امام آل غیر مقلدیت وحید الزمان حیدر آبادی بھی سلف صالحین کی پیروی کو ''تقلید'' قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''بعضے اہلحدیث بظاہر تو اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں مگر حکام وقت کی خوشامد سے حق باتوں کا اظہار نہیں کرتے۔ بعضے کیا کرتے ہیں کہ تفسیر قرآن میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کا طریقہ چھوڑ کر نئے نئے معانی اور مطالب اپنی خواہش نفس کے موافق نکالتے ہیں گویا ترک تقلید کے انہوں نے یہ معنی سمجھے ہیں کہ احادیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی تقلید بھی ضروری نہیں ہے، جس طرح چاہو قرآن کی تفسیر کرلو۔'' (لغات الحدیث جلد ۱ صفحہ ۲۱، د)

۱۱۹ مسئلہ پوچھنا بھی تقلید ہے۔ جیسا کہ علی زئی صاحب کے حجۃ الاسلام، شیخ الاسلام محمد گوندلوی صاحب نے کہا ہے، چنانچہ وہ ''تقلید کے جواز یا وجوب کی صورت'' عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

''جب مکلّف خود مسئلہ کی تحقیق نہ کر سکے اور اس کو تفصیل معلوم نہ ہو تو اس صورت میں بعض دفعہ تقلید جائز اور بعض دفعہ واجب ہوتی ہے۔'' (الاصلاح صفحہ ۱۵۹)

مزید تفصیل کے لئے حاشیہ نمبر۲۷/ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲۰ ''غلط ہے'' کہنا یہ تو دعوی ہے مگر دلیل؟ علی زئی صاحب اس پر کوئی دلیل قائم کرتے تو ہم اس پر غور کرتے۔ مشاہیر آلِ غیر مقلدیت سلف صالحین کی پیروی اور مسئلہ پوچھنے کو تقلید قرار دیتے ہیں جیسا کہ ہماری اس کتاب میں مختلف مقامات پر یہ بحث باحوالہ درج ہے۔

۱۲۱ علی زئی صاحب کے شیخ الشیخ اور آلِ غیر مقلدیت کے شیخ الاسلام ثناءاللہ امرتسری صاحب تقلید کی پانچ تعریفیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ان سب تعریفات کا مفہوم مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے یوں ادا کیا ہے: تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسنِ ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلاوے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا''

(فتاویٰ ثنائیہ جلد۱صفحہ۲۶۰)

امرتسری صاحب تقلید کی اس تعریف کو ''جامع ومانع'' قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہر تعریف کے لئے ضروری ہے کہ دو اوصاف (جامع ومانع) سے موصوف ہو اس لئے ہم نے تقلید کی تعریف علماء اصول کے لفظوں میں بتائی تھی اور امام غزالیؒ سے لے کر مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ تک اقوال نقل کئے تھے۔ ساری تعریفوں کا خلاصہ مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کے لفظ میں یہ بتایا تھا کہ تقلید کہتے ہیں کسی کا......'' (فتاویٰ ثنائیہ جلد۱صفحہ۲۶۵)

محمد اسحاق بھٹی صاحب غیر مقلد، مولانا سخاوت علی جون پوری کے حالات میں لکھتے ہیں:

''تقلید کے بارے میں انہوں نے اپنے ایک رسالے ''جوابات سوالاتِ تسعہ'' میں عجیب نکتہ تحریر فرمایا ہے: یعنی اہل سنت کی صحیح تقلید یہ ہے کہ اس مسئلہ میں کسی امام کی پیروی کرے، جس میں رسول مقبول ﷺ سے کوئی نص صریح صحیح، غیر منسوخ نہ پائے۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن صفحہ۱۸۸)

اہل سنت کی صحیح تقلید آپ نے جان لی، باقی رہی وہ تعریف جو علی زئی صاحب کی بیان کردہ ہے یعنی کتاب وسنت کے منافی بات ماننا وہ دورِ حاضر کے نام نہاد اہلحدیثوں میں پائی جانے والی تقلید ہے جیسا کہ ہم حاشیہ نمبر۴۵ میں باحوالہ نقل کر آئے ہیں۔

۱۲۲ ''مقلدین'' سے مراد کون لوگ ہیں؟ علی زئی صاحب کے ذہن میں جو بھی ہوں مگر ہماری تحقیق میں اس سے وہ مقلدین مراد ہیں جو ان کے ہم مذہب نام نہاد اہلحدیث ہیں جیسا کہ آگے حاشیہ نمبر۱۲۵/میں آرہا ہے۔

۱۲۳ ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' کتاب کی حیثیت کیا ہے؟ اس کے لئے ہماری اسی کتاب کا حاشیہ نمبر۹ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲۴ اگر تقلید کتاب وسنت کی خلاف ورزی کا نام ہے تو پھر تقلیدی اہلحدیثوں کو کتاب وسنت کا مخالف ماننا پڑے گا۔

عبدالجلیل سامرودی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مولانا راز صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب کی تقلید میں ترجمہ لکھتے ہیں۔''

(صحیفہ اہلحدیث ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ صفحہ ۱۷)

سامرودی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اس جگہ اس ترجمہ کرنے میں کیا برائی نظر آئی جو مولوی ثناء اللہ صاحب کی (راز صاحب نے، ناقل) نے تقلید کرلی۔'' (حوالہ مذکورہ صفحہ ۱۹)

غیر مقلدین کی کتاب میں لکھا ہے۔:

''بعض علماء اہلحدیث امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ سے اتنا متاثر ہیں کہ ان کے خیالات کو مقلدانہ طور پر مانتے ہیں۔'' (تذکرہ حافظ محمد گوندلوی صفحہ ۱۱۹)

حافظ سعید (جماعۃ الدعوۃ) اپنی شادی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب میں نے شادی کی تو میری تقلید میں ان باقی بیواؤں سے تنظیم کے کارکنوں نے نکاح کئے۔'' (روزنامہ امّت کراچی/حیدرآباد، جمعرات ۸/مارچ ۲۰۱۲ء)

صلاح الدین یوسف غیر مقلد، حاجی ظہور الٰہی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

''اہلِ تجارت وکاروبار کے لئے اس میں عبرت وموعظت بھی ہے اور قابل تقلید نمونہ بھی۔ کاش انہیں بھی حاجی ظہور الٰہی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی ہو۔'' (محدث شمارہ نمبر ۳۶۲ ستمبر ۲۰۱۳ صفحہ ۹۶)

مزید دیکھئے، حاشیہ نمبر ۸۷

کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ اگر تقلید کتاب وسنت کی مخالفت ہی کا نام ہے تو ان تقلیدی اہل حدیثوں نے قرآن کی کون کون سی آیات اور کس کس حدیثِ نبوی کی مخالفت کی ہے؟

۱۲۵ تقلید کی دو قسمیں ہیں ایک ہے قرآن وسنت کو سمجھنے کے لئے ماہر شریعت کی پیروی کرنا، اسے تقلید محمود کہتے ہیں، دوسری قسم تقلید مذموم ہے۔ ہمارے علماء نے تقلید محمود کی ترغیب دی ہے۔ اور تقلید مذموم کو ناجائز بتاتے ہیں۔ اور یہ بات خود غیر مقلدین کو بھی معلوم ہے۔ (تحفہ حنفیہ، ص:۱۶۷۔ مقالات الحدیث، ص:۱۰۳)

اگر علی زئی صاحب کو اصرار ہے کہ تقلید کی ایک ہی قسم ''کتاب وسنت کے منافی بات ماننا'' ہے تو عرض ہے کہ ایسی تقلید ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جنہیں انگریز کی طرف سے اہلحدیث کا لقب ملا ہے، ثبوت

ملاحظہ فرمائیں۔

نام نہاد اہلحدیثوں کی مخالفتِ حدیث

☆......علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا۔ بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ یہ ممانعت اس کی دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے، والا قول ہی راجح ہے۔'' (توضیح الاحکام جلد۲ صفحہ۱۸۱)

لیکن نام نہاد اہلحدیث چار دن قربانی کے قائل ہیں۔ (احکام ومسائل جلد ۱ صفحہ ۳۲۷، عبد المنان نورپوری) وغیرہ۔

☆......علی زئی صاحب ''وانتم عاکفون فی المساجد'' آیت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے۔'' (توضیح الاحکام جلد۲ صفحہ ۱۴۷)

لیکن بہت سے اہلحدیث کہلوانے والے کہتے ہیں کہ اعتکاف کے لئے جامع مسجد ہونا ضروری ہے۔ (فتاوی ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۶۸۳، فتاوی علمائے حدیث ۶/ ۴۵۹)

☆......علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''شیخ البانی رحمہ اللہ (نام نہاد اہلحدیث، ناقل) نے جو موقف اختیار کیا ہے (کہ عورتوں کے لئے سونے کا زیور استعمال کرنا منع ہے، ناقل) وہ صحیح احادیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔'' (توضیح الاحکام جلد۲ صفحہ ۵۰۶)

☆......علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''صلوۃ التسبیح کے سلسلے میں درج ذیل احادیث بلحاظ سند مضبوط ہیں'' (توضیح الاحکام جلد صفحہ ۴۳۱)

لیکن متعدد اہلحدیث ہونے کے مدعی صلوۃ التسبیح کا انکار کرتے ہیں۔

دیکھئے فتاوی برکاتیہ صفحہ ۷۷، التحقیق السدید صفحہ ۱ مولفہ بشیر احمد حسیم۔

☆......علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''شہید کا جنازہ پڑھنا صحیح ہے، دیکھئے صحیح البخاری......وصحیح مسلم......کئی شہیدوں کی اکٹھی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، دیکھئے شرح معانی الآثار للطحاوی۔'' (الحدیث، اکتوبر ۲۰۰۵ء)

لیکن بہت سے اہلحدیث لقب سے مشہور حضرات شہید کا جنازہ پڑھنے کے قائل نہیں۔ (صلوۃ الرسول صفحہ ۴۴۱، الاعتصام یکم ربیع الاول، ۱۴۱۹ھ صفحہ ۱۰۔ حاشیہ بلوغ المرام صفحہ ۱۸۸، تیسیر الباری جلد۲

صفحہ ۳۰۰،تشریح بخاری،ج:۲،ص:۳۹۳)

☆......بخاری ومسلم میں حدیث ہے کہ مردہ دفنانے والوں کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے۔علی زئی صاحب اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''سوال وجواب کے وقت میت واپس جانے والے لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سنتی ہے۔'' (اضواء المصابیح جلد ا صفحہ ۱۷۴ حدیث ۱۲۶)

لیکن بہت سے اہلحدیث ہونے کے مدعی سماعِ موتی کے منکر ہیں۔(رسائل بہاولپوری صفحہ ۸۰) وغیرہ۔

☆......صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ میں قربانی کے متعلق حدیث نبوی ہے:

لا تذبحوا إلا مسنة، مسنہ کے علاوہ کوئی اور جانور ذبح نہ کرو۔(مقالاتِ علی زئی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)

مسنہ کی تعریف میں اگرچہ اختلاف ہے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ مرغ اور انڈے پر مسنہ کی تعریف سچی نہیں آتی۔

داؤد ارشد صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ پرندہ اور انڈا نہ مسنہ ہوسکتا ہے نہ کھیرا۔ بایں وجہ......مولانا عبد الوہاب کا فتوی حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے قابلِ عمل نہیں ہے۔''(تحفہ حنفیہ صفحہ ۳۵۷)

لیکن غرباء اہلحدیث نام سے مشہور لوگوں کے نزدیک مرغ اور انڈے کی قربانی درست ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ) وغیرہ۔

☆......علی زئی صاحب نے بخاری ومسلم کی حدیث نبوی ''آج ہم پہلے نماز پڑھیں گے پھر قربانیاں کریں گے''،نقل کر کے لکھا:

''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اول دن قربانی کی ہے،لہٰذا افضل اور بہتر یہی ہے کہ عید الاضحیٰ والے تین دنوں میں سے پہلے دن،یعنی دسویں تاریخ کو قربانی کی جائے۔''(توضیح الاحکام جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

لیکن اس کے برعکس اہلحدیث کا لیبل لگانے والے متعدد حضرات کی رائے ہے کہ چوتھے دن قربانی کرنا افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔(رسائل بہاولپوری،صفحہ ۱۶۰) وغیرہ

☆......علی زئی صاحب بخاری کے حوالہ سے حدیث لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا بے شک گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے،لہٰذا جب گرمی تیز ہو تو نماز ٹھنڈی

کر کے پڑھو۔''(توضیح الاحکام جلد ا صفحہ ۲۷۱)

لیکن لوگوں کے سامنے اہلحدیث کے روپ میں آنے والے اس کی مخالفت کرتے ہیں، خود علی زئی صاحب نے لکھا:

''جب زوال ہونے کا یقین ہو جائے تو اس سے تھوڑی دیر بعد یا زوال کے فوراً بعد ہی ظہر کی نماز پڑھ لیں......گرمیوں میں ظہر کی نماز ٹھنڈی یعنی دیر سے پڑھنے کا تعلق سفر کے ساتھ ہے۔''(توضیح الاحکام جلد ا صفحہ ۲۷۱)

تنبیہ: رسول اللہ ﷺ کو ہم نے نماز ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کی علت گرمی کی شدت بیان فرمائی ہے اور گرمی جس طرح سفر میں ہوتی ہے اسی طرح حضر میں بھی پائی جاتی ہے، لہٰذا علی زئی صاحب کا اسے سفر کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں۔

☆......سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا، آپ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔(بخاری جلد ا صفحہ ۱۴۹)

مزید دیکھئے، حدیث اور اہلِ تقلید جلد:۲، ص:۴۶۸۔ فتاویٰ ثنائیہ جلد ا صفحہ ۴۶۲

لیکن بہت سے اہلحدیث ہونے کے مدعی حضرات کی رائے ہے کہ سفر میں دو کی بجائے چار رکعات فرض پڑھنا جائز ہے، خود علی زئی صاحب بھی اسی کے قائل ہیں۔(توضیح الاحکام جلد ا صفحہ ۴۰۹)

☆......علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''خلاصہ یہ کہ تکبیراتِ عیدین میں رفع الیدین، رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سلف صالحین سے ثابت ہے، اس کے مقابلے میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ ﷺ تکبیراتِ عیدین میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔''(توضیح الاحکام جلد ا صفحہ ۴۵۶)

لیکن اہلحدیث کہلوانے کے متعدد ٹھیکیدار عیدین کی زائد تکبیروں میں رفع یدین کے قائل نہیں۔
(فتاوی نذیریہ جلد ا صفحہ ۴۵۴۔ القول السدید صفحہ ۶۸، عون المعبود جلد ا صفحہ ۴۴۸، مرقاۃ المفاتیح جلد ۲ صفحہ ۳۴۱ بحوالہ ماہ ذوالحجہ کے مسائل و احکام صفحہ ۴۴، افضل اثری)

خود علی زئی صاحب نے لکھا:

''یاد رہے کہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری، مولانا عبیداللہ مبارکپوری اور شیخ البانی رحمہم اللہ کے اقوال و تحقیقات در تکبیراتِ عیدین......مردود ہیں۔''(مقالات جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

علی زئی صاحب نے یہ اسماء گرامی لکھ کر بتا دیا ہے کہ زوائد تکبیرات میں رفع یدین کے منکر مذکورہ بالا نام نہاد اہلحدیث ہیں۔

☆......علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ویقنت قبل الرکوع اور رسول اللہ ﷺ نماز وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔......لہذا راجح یہی ہے کہ قنوت وتر رکوع سے پہلے کی جائے، جیسا کہ راقم الحروف نے اپنی کتاب ہدیۃ المسلمین......میں صراحت کی ہے۔'' (توضیح الاحکام جلد ۱ صفحہ ۴۱۴)

لیکن اس حدیث کے برخلاف متعدد نام کے اہلحدیث رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کو راجح بتاتے ہیں۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱ صفحہ ۳۴۳) وغیرہ۔

خود عبدالمنان نور پوری بھی اسی کے قائل ہیں۔ (احکام ومسائل جلد ۲ صفحہ ۲۸۹)

علی زئی صاحب اور ان کے ہم خیال لوگوں کے نزدیک احادیث کی مخالفت کرنے والے نام نہاد اہلحدیث ''تقلیدی'' شمار ہوں گے؟

۱۲۶ نور پوری صاحب نے کتاب وسنت کے خلاف تقلید کرنے والوں کی نشاندہی کر دی ہے کہ وہ (بشمول نور پوری خود، ناقل) اہلحدیث ہیں جیسا کہ ہم حاشیہ نمبر ۴۵ میں ان کی کتاب ''مقالاتِ نور پوری صفحہ ۱۵۸'' کے حوالے سے عرض کر آئے ہیں۔ لہٰذا اپنے اہل حدیثوں کو اپنے اصول کے مطابق ''تقلیدی'' کہو اور پھر اس پر اپنوں کی طرف سے ردّعمل کا انتظار کرو۔ (جاری ہے۔۔۔)

☆......☆......☆......☆